سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: دسویں

رسالہ نمبر 11

۱۳۲۳ھ

ہدایۃ الجنان باحکام رمضان

رمضان کے احکام میں جنت کی راہ

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

ھدایۃ الجنان باحکام رمضان ۱۳۲۳ھ

(رمضان کے احکام میں جنت کی راہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۶۲: از شاہجہان پور محلّہ جگدل نگر متصل اسٹیشن ریلوے مرسلہ محمد فصاحت اللہ خاں ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

بعد ادائے آداب کے عرض پرداز ہُوں کہ ایک اشتہار مولوی اعظم شاہ صاحب نے بابت افطار وسحری رمضان المبارک ونیز چند مسائل روزے کے جواوپر نقشہ اور پشت پر نقشہ لکھے ہیں، شائع کرکے تقسیم کرائے ہیں جوکہ شاہجہان پور میں سال گزشتہ میں بابت چاند عیداضحیٰ نزاع ہوچکا ہے اس خیال سے اس نقشہ کی بابت تحقیقات کرنا ضروری ہے۔ آج کے روزے کا نقشہ دیا ہُوا بابت افطار وسحری اور نقشہ مولوی اعظم شاہ اور نقشہ مولوی ریاست علی خان صاحب کا مقابلہ کیا گیا جو اعظم شاہ کے نقشہ اور آپ کے نقشہ سے بہت فرق آیا بابت سحری کے، اور آپ کا نقشہ اور مولوی ریاست علی خاں کا نقشہ قریب قریب ہے جوکہ اب ایسی حالت میں بڑا نقصان کم علموں کا ہورہا ہے اور ہوگا کیونکہ کل کے روز ایک عورت نے چاربج کر چالیس منٹ پر سحری کھائی، اور جب اُس کی حالت مولوی اعظم کو معلوم ہُوئی تواُنہوں نے فرمایا کہ روزہ جاتا رہا اس پر اس نے روزہ توڑ ڈالا

جب مولوی ریاست علی خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اُس کا روزہ تھا کیونکہ وُہ وقت سحری کھانے کا تھا اور نیز اس اشتہار میں جو مسائل بابت رمضان المبارک اور وقت افطار اور وقت سحری اور مسائل تراویح کے لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صحیح لکھے ہیں یا نہیں، بندہ اشتہار مذکور روانہ خدمت عالی کرتا ہے اور بعد ملاحظہ جملہ اشتہار کے اس کے صحیح اور غیر صحیح پر توجہ فرمائی جائے، اور اگر غلط ہے تو جس جس مسئلہ میں غلطی ہو اُس کا جواب بحوالہ کتاب ارقام فرمادیجئے، اگر نقشہ غلط ہو تو بابت نقشہ کے اسی قدر کافی ہے کہ نقشہ غلط ہے اور اس اشتہار کے بھیجنے کی بابت جناب مخدوم ومکرم مولوی ریاست علی خان صاحب نے بھی تاکید فرمائی تھی جب میں نے عرض کیا تھا کہ اس اشتہار کو بریلی روانہ کروں گا تو فرمایا کہ ضرور بھیج دو تاکہ وہاں سے جواب آنے کے بعد اُس اشتہار کی صحت اور غلطی کا اعلان کرادیا جائے۔ فقط۔

الجواب:

بعد مراسم سنت ملتمس، بعد سوال، جواب واجب اور وقتِ وجوب اظہارِ صواب لازم، اوقاتِ صحیح نکالنے کا فن جسے علمِ توقیت کہتے ہیں، ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اس سے غافل ہیں، نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیأت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے اور جو کچھ مسالہ مولوی مسیح الدین خاں کاکوروی وغیرہ بنا گئے وہ فقط ناکافی ہی نہیں بلکہ سخت اغلاط میں ڈالنے والا ہے، یونہی مرزا خیر اللہ منجم کی دو حرفی جدول سے کوئی ناواقف فن نفع نہیں پاسکتا، اگر کسی نے بڑی تحقیقات چاہی تو زیچ بہادر خانی کی جداول تعدیل النہار سے کام لیا سحری کو تواُن سے کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے جب تک متعدد ضروری اصلاحیں اُس کے ساتھ شریک نہ ہوں، پھر جسے وُہ اصلاحیں آتی ہیں اُسے اُن جدول کی کیا حاجت، فقیر نے اس فن میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا، نہ خالی دلائل ہندسہ پر، نہ تنہا تجربہ ومشاہدہ پر، بلکہ سب کو جمع کیا اور بتوفیق الٰہی اپنی ذہنی جدّتوں سے بہت کچھ کام لیا یہاں تک بفضلہٖ تعالیٰ براہان وعیان کو مطابق کردیا، میرا نقشہ بفضلہ تعالٰی جزاف نہیں ہوتا جو ہیأت و ہندسہ جانتا ہو وُہ اُسے براہین کے مطابق پائے گا، اور جو نگاہ رکھتا ہو صبح صادق وکاذب کو دیکھ کر پہچان سکتا ہو وُہ اسے مشاہدہ سے موافق پائے گا، میرے نقشوں میں بریلی کی سی سحری وافطار میں پانچ پانچ منٹ کی احتیاط ہوتی ہے اور دوسرے شہروں کا تقریبی وقت بھی اُسی صحت کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ کم وبیش چار پانچ منٹ احتیاطی رہیں۔ جو نقشہ میرے بتائے ہوئے وقت سے جتنا مخالف ہو یقین جانئے کہ وہ اتنا ہی غلط ہے اگرچہ کسی کا بنایا ہوا ہو، دو[2] نقشے اگر صحیح باقاعدہ دینے ہوں تو صرف اس قدر فرق کرسکتے ہیں کہ احتیاطی منٹ کسی نے دو ایک کم رکھے کسی نے زائد، یا ایک منٹ کی تحتانی کسروں میں کسی نے زیادہ تعمق کیا کسی نے بے ضرورت سمجھ کر مساہلت سے کام لیا و بس۔ اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ

ان مولوی صاحب کے نقشے میں کتنا فرق ہے، شاہجہان پور، بریلی، بدایوں، پیلی بھیت، دہلی، رامپور، لکھنؤ، مرادآباد کے وقت یہاں اور شاہجہان پور والے دونوں نقشوں میں دئے ہیں ان میں ہر شہر کے لیے سحری کے اوقات میں بیس بائیس منٹ تک کا فرق ہے اور دہلی کے لیے تو ۲۸ منٹ تک ہے کہ دو منٹ کم آدھا گھنٹا ہوا مگر پیلی بھیت کے لیے اللہ اعلم کس وجہ سے اس قدر ترقی واقع ہُوئی کہ ابتداء میں وقت ٹھیک آیا اور آخر ماہ میں بڑھتے بڑھتے احتیاطی منٹ کا بھی اصلاً نشان نہ رہا کنارے ہی پر آ لگا بلکہ تدقیق کی جائے تو عجب نہیں کہ کچھ حصہ صبح کا آجائے۔ بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے شاہجہان پور کے وقت بطورِ خود تجویز کرکے باقی شہروں کے لیے صرف اُن کا تفاوت طول جو اُن کے خیال میں تھا گھٹا بڑھا لیا حالانکہ تبدلِ اوقات میں بڑا حصہ تفاوت عرض کا ہے دو شہروں میں تفاوت طول اصلاً نہ ہو صرف اختلاف عرض سے طلوع و غروب و صبح و عشا میں گھنٹوں کا فرق پڑ جاتا ہے شاہجہان پور و پیلی بھیت میں اکیس منٹ کا تفاوت کسی طرح نہیں بنتا، یہی حال کلکتے کا ہے کہ اخیر کی تاریخوں میں کچھ ہی خفیف نام احتیاط کا رہ گیا ہے دو ۲ سال ہوئے کہ خاص کلکتے کے اوقات یہاں سے شائع ہوئے تھے ۲۱ نومبر سے ۲۸ تک تاریخیں اس سال بھی پڑی ہیں ان سے ملا کر دیکھ سکتے ہیں پرچہ مرسل ہے افطار کے اوقات میں اتنا زیادہ تفاوت نہیں مگر اس کا تھوڑا بھی بہت ہے، مثلاً شاہجہان پور میں احتیاطی منٹ گھٹتے گھٹتے آخر میں صرف ایک ہی رہ گیا مگر دہلی پر آفت پوری ہے اول سے آخر تک غروب سے پہلے افطار لکھا خصوصاً آخر میں تو پانچ منٹ پیش از غروب افطار ہوئی ہے، شاہجہان پور میں جس نے ۴ بج کر ۴۰ منٹ تک سحری کھائی اس کا روزہ یقیناً صحیح ہوا، وہ عورت توڑنے سے سخت گنہ گار ہوئی اس کا روزہ نہ ہونے کا حکم محض غلط تھا۔ ابوداؤد، دارمی ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ[1]۔	جس نے بے علم فتوی دیا اس کا وبال فتوی دینے والے پر ہے۔ (ت)

اگر گھڑی صحیح تھی تو یقیناً پاؤ گھنٹے سے زیادہ وقت باقی تھا۔ مسلمانو! یہ دین ہے، جس پر خدا کی دین ہے وُہ جانتا ہے کہ اس کا یکھنا مجھ پر دَین ہے قواعد و براہین ہیأت و ہندسہ بالائے طاق سہی، وقت پہچاننا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے، افسوس کہ ہزاروں آدمی حتی کہ بہت ذی علم بھی صبح صادق و کاذب کی ٹھیک تمیز دیکھ کر نہیں بتاسکتے اور اس پر کتب ہیئت وغیرہ کی پریشان بیانوں نے انہیں اور دھوکے میں ڈالا ہے، سچ

[1] سنن ابی داؤد باب التوقی فی الفتیا ای الفتوی آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۹/۲

فرمایا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے کہ ابتداء میں انسان کو ان دونوں صبح میں امتیاز مشکل ہوتا ہے بکثرت بار بار بغور مشاہدہ کرتا رہے تو بعنایت الٰہی دونوں صبحیں خوب نگاہ میں بچ جاتی ہیں کہ بہ نگاہِ اولیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ابھی صبح صادق ہوئی یا نہ ہوئی، یہاں متعدد وجوہ سے لوگ اشتباہ میں ہیں اُن کا بیان کر دینا ضرور ہے کہ مسلمان سمجھ لیں اور اغلاط سے بچیں۔

فاقول: وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) **اولاً** صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل یعنی لمبی اور صادق کو مستطیر پھیلی ہوئی فرمایا ہے، ناواقف گمان کرتے ہیں کہ صبح کاذب کوئی ڈورے کی مثل باریک سفید ہے اور جہاں ذرا چوڑی سفیدی ہُوئی تو صبح صادق ہو گئی یہ محض غلط وہم ہے، رات کی چھائی ہوئی اندھیری میں باریک ڈورا کیا نظر آسکتا صبح کاذب بھی ضرور عرض رکھتی ہے اور نگاہ میں دو تین گز بلکہ اس سے زیادہ تک چوڑی ہوتی ہے بلکہ حدیث کی مراد وہ ہے جو خود حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دستِ اقدس کے اشارے سے تعلیم فرمائی کہ شرقاً غرباً جو سفیدی پھیلی ہوتی ہے وُہ صبح کاذب ہے اور دونوں دست مبارک کی کلمے کی انگلیاں ملا کر ہاتھ پھیلائے یعنی جنوباً شمالاً افق میں پھیلنے والی سپیدی پھیلی صبح صادق ہے۔

ثانیاً: بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ **یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذبہ** یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے، یہ سپیدی تو کہہ رہی ہے صبح ہو گئی، افق اسکی تکذیب کرتی ہے لہٰذا اسے صبح کاذب کہتے ہیں۔ اس کے معنے علمائے عــہ زمانہ قریب نے یہ سمجھ لیے کہ صبح کاذب کی سپیدی جا کر اُس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے حالانکہ یہ محض باطل ہے، صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہر گز غروبِ آفتاب تک وہاں تاریکی نہیں آتی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ صبح کاذب کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے عقب میں اس کے پیچھے یعنی افق میں اس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے، جب صبح صادق پھیلتی ہے یہ تاریکی بھی روشنی سے بدل جاتی ہے۔

ثالثاً: بعض کتب ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتب فقہ مثل ردالمحتار میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے ۱۵ درجے نیچے رہتا ہے وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے یعنی ۱۸ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریب ۱۸ درجے کے رَہ جاتا ہے اس وقت یقیناً صبح صادق ہو جاتی ہے، صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہو چکتی ہے، میں نے آج ہی رات کہ شب ہشتم ماہ مبارک ہے بچشمِ خود معائنہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی، صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا۔

عــہ: یعنی سعد اللہ صاحب رام پوری ۱۲

رابعًا: عوام صبح کا طلوع ہونا سُنتے ہیں تو اپنے زعم میں یہ گمان کرتے ہیں کہ افق یعنی زمین کے کنارہ سے یہ سپیدی اُٹھتی ہوئی جب بلندی پر آتی ہے تو ہمیں مکانوں میں یا چھت پر دکھائی دیتی ہے جیسے آفتاب وغیرہ ستارے شہر میں اپنے طلوع سے دیر کے بعد نظر آتے ہیں اس بناپر وہ صبح ہوتی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت پہلے ہوچکی ہے جب تو اتنی بلندی آگئی ہے حالانکہ یہ بھی ان کا محض وہم ہے بلکہ یہ سفیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ آدمی جنگل بلکہ سمندر میں ہو کہ نگاہ کے سامنے درخت، غبار، ابر وغیرہ کوئی شے اصلاً حائل نہ ہو تو وہاں بھی یہ بیاض افق سے بہت اوپر ہی حادث ہوگی اور اس کے نیچے تمام کنارہ آسمان تاریک ہوگا، اسی کو تو **یعقبہ ظلمۃ** (اس عقب میں ظلمت ہوتی ہے۔ت) کہا گیا، اپنی ہی سمجھ کے قابل یوں سمجھیں کہ نظر بواقع ضرور رہے کہ آفتاب کی کرنیں پہلے اُس حصّے میں سپیدی لاتی ہوں گی جو کنارہ زمین کے متصل ہے مگر وہ نہ کبھی محسوس ہوئی، نہ ہو، افق میں بخارات کا ازدحام اور خطوط نظر کا صدہا مِیل بخار وغیرہ کثافات کو طے کرکے اُفق تک جانا، آفتاب کی دھوپ جیسی روشن چیز کو کتنا میلا کرکے دکھاتا ہے کہ سپیدی کی جگہ سرخی معلوم ہوتی ہے اور تیزی نام کو نہیں ہوتی پھر یہ خفیف ضعیف سپیدی کیا اس قابل ہے کہ افق میں نظر آسکے جو صاف بھی کم ہے اور نظر سے دُور بھی بہت ہے یہ تو ہمیشہ اوپر چمکے گی جہاں نظر سے قُرب بھی ہے اور جگہ بہ نسبت افق صاف تر ہے۔

خامسًا: بعض کتب میں واقع ہُوا کہ صبح رات کا ساتواں حصّہ ہے، اسے لوگ ہر موسم میں وہر مقام کے لیے عام سمجھ لیے، حالانکہ جن عالم نے ایسا فرمایا وہ اُس موسم اور اُس عرض بلد کے لیے خاص تھا ورنہ یقینا صبح ہمارے بلاد میں رات کے چھٹے حصّے سے دسویں حصے تک ہوتی جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاوٰی میں لکھی ہے اس ماہِ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصے تک ہے، جو لوگ ساتواں حصہ لگائیں گے وُہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے، اب ہم بتوفیق اللہ تعالٰی صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک جو صُورتیں اس سپیدی کی پیش آتی ہیں اُن کا واضح بیان کرتے ہیں جو آج تک کسی کتاب میں نہ لکھا گیا جو ہمارا برسوں کا مشاہدہ ہے اور جسے بغور سمجھ لینے والا اِن شاء اللہ تعالٰی بہت جلد صبح کاذب وصادق میں امتیاز کا ملکہ پیدا کرسکتا ہے:

(۱) اُفق سے کئی نیزے بلندی پر جانب مشرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو، اس کی سیدھ میں یعنی دائرہ منطقۃ البروج کی سطح کرہ بخار پر رات کی اندھیری میں ایک خفیف سپیدی کا دھبّہ پیدا ہوتا ہے جسے چاروں طرف سے رات کی اندھیری گھیرے ہوئے ہے اس انداز پر ا

یہ صبح کاذب کی بنیاد پڑتی ہے۔

(۲) جُوں جوں آفتاب افق کے نزدیک آتا جاتا ہے یہ سپیدی ترقی کرتی ہے مگر ترقی معکوس یعنی اوپر سے

نیچے کو بڑھتی جاتی ہے، افق سے بہت اُونچی چمکی تھی اور نیچے دُور تک اندھیرا تھا اب وُہ اونچی سپیدی تو اپنی جگہ رہتی ہے اور اس کے نیچے سپیدی اور اس میں ملتی جاتی ہے یہاں کہ شدہ شدہ افق کے قریب تک آنے کو ہوتی ہے مگر ان سب حالتوں میں وُہ ایک طولانی ستون کی حالت میں ہوتی ہے گویا ایک سفید چادر اوپر سے نیچے لٹکائی گئی ہے کہ اسی حد تک سپیدی ہے اور آس پاس بالکل اندھیرا ان شکلوں پر

یہاں اپیج کی شکل میں ڈبے بنانے ہیں جلد ۱۰ ص ۵۷۲

(۳) ان تمام اشکال کے بعد اس عمود کے حصّہ زیریں کے دونوں پہلوؤں پر نہایت تھوڑی دُور تک ایک خفیف بھورا پن خاکستری رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تمیز میں آتا ہے اور معًا نگاہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے اس طرز پر اب یہ وہ وقت کہ صبح صادق اپنے رُخ روشن سے نقاب اُٹھایا چاہتی ہے مگر ہنوز صبح نہیں کہ اُس کے لئے تبیُّن شرط ہے اور یہ متبیّن نہیں:

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ[2]	اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہوجائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پَو پھٹ کر۔ (ت)

ان تمام حالتوں تک صبح کاذب ہی ہے اور نمازِ عشاء اور سحری کھانے کا وقت بالاتفاق باقی ہے۔

(۴) اس کے بعد وہ دونوں پہلو سپید ہوجاتے ہیں اگرچہ ان کی سپیدی مائل بہ تیرگی ہوتی ہے اور جنوبًا شمالًا اس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے، اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے: *بعض* نے اُسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے، *بعض* نے بلحاظ شرط استطارہ وانتشار اسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔ ان جمیع حالتوں میں عمود کے تمام بالائی حصے کے آس پاس نری سیاہی ہوتی ہے۔

(۵) اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ سپیدی آنًا فانًا جنوبًا شمالًا پھیلنا شروع ہوتی ہے اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے۔ اس طور پر یہ یقینی اجماعی صبح صادق ہے اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی، اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے مگر یہ سچی سپیدی جیسی جیسی جنوب شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے۔ برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی تھی یہاں تک کہ اب وہ عمود سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہوجاتا ہے یعنی اُس کے اطراف کی

---

[2] القرآن ۲/۱۸۷

ساری سیاہی کو سپیدی گھیر لیتی ہے اور اب اس عمود کی صورت متمیز نہیں رہتی ان صورتوں پر

(٦) اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی اور صحن و بام کو روشن کر دیتی ہے یہ وقت اسفار ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلافِ مستحب۔

(٧) جب آفتاب اور زیادہ قریب افق آتا ہے یہ سپیدی سُرخی لاتی ہے پھر سنہرا پن پھر چمکدار سپیدی اُس کے متصل طلوعِ آفتاب ہے، پانچویں شکل جو اجماعی صبح ہے اسے جانے دیجئے، تو چوتھی شکل بھی اس رمضان مبارک اور اس سے پہلے کے متعدد رمضانوں میں بریلی وشاہجہان پور میں تیسری شب کی صبح اُن گھڑیوں سے بھی جو پار سال تک حال کی گھڑیوں سے نومنٹ کم تھیں کبھی کسی دن ٹھیک پانچ بجے بھی نہ ہُوئی اور اخیر تاریخوں میں جو چاہے آزما کر دیکھ لے، سوا پانچ بجے تک بھی ہرگز نہ ہوگی تو چارنج کر ۴۰ منٹ پر روزہ نہ ہونے کا حکم کیونکہ صحیح ہوسکتا ہے تمیز کے لیے ایک اور پہچان گزارش کروں، آسمان پر چند کواکب سے ایک شکل حرف کاف بنتی ہے اس وضع پر یہ کاف آج کل پچھلی رات کو طالع ہوتا ہے اس سے ایک نیزے کے فاصلے پر ان دنوں بڑا روشن ستارہ زہرہ ہے، بریلی میں صبح کاذب کا عمود آج کل اس کاف کے الف یعنی حصہ وسطانی کے گرد ہوتا ہے اور زہرہ تک پھیلتا ہے پھر زہرہ کے دونوں پہلوؤں سے جنوب و شمال کو صبح صادق تجلی کرتی ہے اس شکل پر، اوقات کے متعلق تجلی کرتی ہے اس شکل پر،

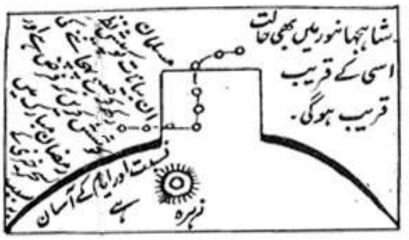

اوقات کے متعلق بیان سے فراغ ہوا۔ رہے مسائل مذکورہ اشتہار، ان میں بھی سخت اغلاط بشدت ہیں، مثلاً: اول ہلالِ رمضان بحال ابر وغبار ایک ثقہ کی گواہی شرط کرنی اس مذہب معتمد وظاہر الروایۃ مصححہ کے خلاف ہے کہ اجلہ ائمہ مثل امام شمس الائمہ حلوانی وامام برہان الدین فرغانی وامام بزازی وغیرہم نے جس کی تصحیح فرمائی اور نظر بحال زمانہ اس پر اعتماد واجب ہے کہ یہاں شہادت مستور بھی مقبول ہے یعنی جس کا فسق معلوم نہیں اور اس کا ظاہر حال صلاح ہے محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تصریح فرمائی کہ ہلالِ رمضان میں ثقہ وغیر ثقہ دونوں کی شہادت مقبول ہے غیر ثقہ سے وہی مستور مراد جس کی عدالت باطنی مجہول ہے آج کل ثقہ کی کمیابی ظاہر ہے تو اس ظاہر الروایۃ

مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جہل نامقبول، کافی امام حاکم شہید میں ہے:

تقبل شھادۃ المسلم والمسلمۃ عدلاکان الشاھد او غیر عدل[3]۔	مسلمان مرد اور عورت کی شہادت مقبول ہوگی خواہ شاہد عادل ہو یا نہ ہو۔(ت)

درمختار میں ہے: صححہ البزازی[4] (اس کو بزازی نے صحیح قرار دیا ہے۔ت) فتح القدیر میں ہے: وبہ اخذ الحلوانی[5] (اسے حلوانی نے اختیار کیا ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

وکذا صححہ فی المعراج والتجنیس ومشی علیہ فی نورالایضاح وانہ ظاھر الروایۃ ایضا فالحاکم الشھید فی الکافی جمع کلام محمد فی کتبہ التی ھی ظاھر الروایۃ والمراد بغیر العدل المستور[6]۔ملخصًا	معراج اور تجنیس میں اسے صحیح کہا، نورالایضاح نے بھی اسی کو اختیار کیا، اور ظاہر روایت بھی یہی ہے تو حاکم شہید نے الکافی میں امام محمد کا وہ کلام جمع کیا ہے جو ان کی کتب میں مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور غیر عادل سے مراد مستور الحال ہونا ہے(ت)

دوم: قبول شہادت کے لیے مطابقت قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید بڑھانی بھی خلافِ مذہب معتمد ہے، رؤیت ہلال میں جس قدر عقلی بات کہ شرع مطہر نے بھی قبول فرمائی ہے مثلاً اٹھائیس کو چاند نہیں ہوسکتا اُتنی قواعد شرعیہ میں آگئی اس سے زائد جو قواعد اہلِ ہیئت نے دربارہ ہلال اپنے ظنون و تخمینات سے گھڑے ہیں شرع نے اصلاً اُن کی طرف التفات نہ فرمایا اور صراحتًا ارشاد فرمایا:

انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا وھکذا[7] الحدیث	ہم اُمّی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ ہی حساب جانتے ہیں مہینہ اس طرح، اس طرح، اس طرح ہے، الحدیث۔(ت)

درمختار میں ہے:

لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا	مذہب کے مطابق نجومیوں کا قول مقبول نہیں اگرچہ

[3] ردالمحتار بحوالہ کافی للحاکم کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۹۹-۹۸

[4] درمختار، کتاب الصوم مجتبائی دہلی، ۱/۱۴۸

[5] فتح القدیر، کتاب الصوم، نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۵۰

[6] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۹۹-۹۸

[7] سنن ابی داؤد کتاب الصوم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۷

علی المذھب[8]۔	وُہ عادل ہوں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

بل فی المعراج لا یعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسه[9]۔	بلکہ معراج میں ہے کہ نجومیوں کا قول بالاتفاق معتبر نہیں، اور منجم کے لیے اپنے حساب پر بھی عمل کرنا جائز نہیں۔(ت)

اقول: یہ شرع مطہر عالم ماکان ومایکون کے ارشادات ہیں عالم امّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیرین ضرور اُس عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۝[10] (یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا۔ت) اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالانکہ انہیں پر نازل ہوا کہ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝[11] (سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ت) بااین ہمہ اس عالم حقائق عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درباب رؤیت ہلال حساب کو یک لخت ابطال واہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمہ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص ونامنضبط متاخرین اہل ہیئت کے تخمینات ہیں جن کا تخلف دشوار نہیں، ولہذا امام اہل ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ ثوابت تک کے ظہور واخفاء کے لیے فصل جداگانہ وضع کی، رؤیت ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وُہ اصلاً اس کے انضباط پر قادر نہ ہوا اور متاخرین نے جو کچھ لکھا اُن شدید باہمی اختلافات کے بعد (جو مطالعہ شرح مواقف وشرح زیج سلطان وغیرہ سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتاسکے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۝[12] (وُہ پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وُہ تو نہیں مگر انکلیں دوڑاتے ہیں۔ت) کے مصداق رہے، ولہذا منجمین کے ان حسابات میں اکثر خطاپڑی ہے، ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ رمضان مبارک جنتریوں میں بلااشتباہ ۳۰ روز کا لکھا تھا اور یہاں سے نقشہ سحری وافطار میں ۲۹ دن کا مہینہ شائع ہوا بفضلہٖ تعالٰی ایسی صاف عام رؤیت ۲۹ کی ہوئی جس میں اصلاً اختلاف نہ ہوا، مخالفین میں سے ایک صاحب نے بعض خاص احباب سے کہا میں ۲۹ کو نقشہ ہاتھ میں لیے منتظر رہا

---

[8] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۸

[9] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۰

[10] القرآن ۶/ ۹۶

[11] القرآن ۵۵/۵

[12] القرآن ۱۰/۶۶

کہ آج رؤیت نہ ہو اور فورًا نقشہ لے کر پہنچوں کہ ۲۹ کا مہینہ کب ہُوا، حالانکہ یہ اُن کی خام خیالی تھی، یہاں نقشوں میں تصریح کر دی جاتی ہے کہ بر بنائے قواعد علم ہیئت ہے، شرع مطہر میں رؤیت پر مدار ہے، اگر رؤیت اس کے خلاف ہو نقشہ پر لحاظ نہ ہوگا، بالجملہ ایسے قواعد عقلیہ کیا قابلِ لحاظ ہوسکتے ہیں جن کے سبب ثقہ عادل کی شہادتِ شرعیہ رَد کی جائے۔

وبه ظهر الجواب عما ذكرههنا الامام السبكى الشافعى ان الشهادة ظنية والحساب قطعى فانه رحمه اللہ تعالٰی ظن انه كسائر حسابات الهيئة من الطلوع والغرب والتحويل والتقويم والخسوف وليس كذلك بل هو مثل حساب وقت الكسوف بداية ونهاية بل ادون رتبة فانه يتم بعد تكرار الاعمال الطوال مرة بعد اخرى بخلاف هذاومن جرب تجربتى عرف معرفتى لا جرم رده كل من جاء بعده من محققى الشافعية ايضاو حققو اان العبرة بالشهادة الشرعية وان خالفت تلك القواعد العقلية كما فصله فى رد المحتار۔	اس سے امام سبکی شافعی کی گفتگو کا جواب بھی آگیا کہ شہادت ظنی ہے اور حساب قطعی، کیونکہ انہوں نے اسے باقی حسابات مثلاً طلوع، غروب، تحویل، تقویم اور خسوف کی حالت پر قیاس کیا ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو ابتداء وانتہا کے اعتبار سے کسوف بلکہ رتبہ کے اعتبار سے اس سے بھی کم درجہ پر ہے کیونکہ یہ یکے بعد دیگرے تکرار عمل سے تام ہوجاتا ہے بخلاف مذکورہ کے، جو بھی مجھ جیسا تجربہ کرے گا اسے ہماری طرح ہی معرفت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد آنے والے محققین شوافع نے بھی ان کا رَد کیا ہے اور یہی ثابت کیا کہ اعتبار شہادت شرعیہ کا ہے اگرچہ وُہ قواعد عقلیہ کے مخالف ہو، جیسا کہ اس کی تفصیل ردالمحتار میں ہے۔(ت)

سوم: رمضان مبارک میں بحال صفائی مطلع ایک ثقہ کی گواہی مطلقاً رَد کر دینا مذہب منقح کے خلاف ہے بلکہ وہ بتصریح محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اس حالت سے مقید ہے جبکہ اس اکیلے کا رؤیت سے تفرد خلاف ظاہر ہو ورنہ اگر بیرون شہر سے آیا اور اہلِ شہر نے نہ دیکھا یا یہ بلندی پر تھا اور لوگ زمین پر، یا لوگوں نے تلاشِ ہلال میں کوشش نہ کی تو صفائے مطلع میں بھی ایک کی شہادت ظاہر الروایۃ مصححہ معتمدہ منقحہ پر مقبول ہے۔ درمختار میں ہے:

صحح فى الاقضيه، الاكتفاء بواحد، ان جاء بخارج البلد اوكان على	کتاب الاقضیہ میں اس بات کی تصحیح ہے کہ ایک گواہ پر اکتفاء درست ہے جبکہ وہ بیرون شہر سے

مکان مرتفع واختارہ ظھیر الدین[13]۔	کتاب الاقضیہ میں اس بات کی تصحیح ہے کہ ایک گواہ پر اکتفاء درست ہے جبکہ وہ بیرون شہر سے آیا ہو یا وُہ کسی جگہ بلند پر ہو، اور ظہیر الدین نے اسی کو مختار کہا ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

واعتمدہ فی الفتاوی الصغری ایضا وھو قول الطحاوی واشارالیہ الامام محمد فی کتاب الاستحسان من الاصل قال فی النھایۃ اذاجاء من خارج المصر اوکان فی موضع مرتفع فانہ یقبل عندنا اھ فقولہ عندنا یدل علٰی انہ قول ائمتناالثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد جزم بہ فی المحیط وعبر عن مقابلہ بقیل ففیہ التصریح بانہ ظاھرالروایۃ وھو کذلک، ویظھر لی ان لامنافاۃ بینھما لان روایۃ اشتراط الجمع العظیم محمولۃ علٰی مااذاکان الشاھد من المصرفی مکان غیر مرتفع فتکون الروایۃ الثانیۃ مقیدۃ لاطلاق الروایۃ الاولٰی الخ اھ باختصار[14]۔	فتاوٰی صغرٰی میں بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی امام طحاوی کا قول ہے، امام محمد کی اصل کتاب الاستحسان میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا: نہایہ میں ہے جب گواہ بیرونِ شہر سے آیا ہو وہ کسی بلند جگہ پر ہو تو ہمارے نزدیک اس کی گواہی مقبول ہوگی اھ نہایہ کا عندنا یہ واضح کررہا ہے کہ یہ تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قول ہے۔ محیط میں اس پر جزم ہے اور اس کے مقابل قول "قیل" سے ذکر کیا اور اس میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے، اور وُہ اسی طرح ہے، میرے نزدیک ان روایات میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ روایت کہ جم عظیم کا ہونا ضروری ہے، یہ اس صورت پر محمول ہے جب گواہ شہری بلند جگہ والا نہ ہو، تواب دوسری روایت پہلی مطلق روایت کے لیے مقید بن جائے گی الخ اھ اختصارًا(ت)

یہاں تین ۳ روایتیں ہیں اور تینوں مصحح، اور تینوں ظاہر الروایۃ ہیں، اور فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ شامی میں بیان کیا ہے کہ وُہ سب اپنے اپنے محامل پر مقبولہ معمولہ ہیں، اور فقہ میں بڑا اکام یہی قول منقح کاادراک ہے **وباللہ التوفیق**۔

چہارم: جب رمضان دو ۲ عادلوں کی شہادت سے ثابت ہُوا ہو اور ۳۰ روزوں کے بعد اکتیسویں شب

[13] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۸

[14] درمختار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۱

باوصف صفائے مطلع ہلال نظر نہ آئے تو علماء کو اختلافِ شدید ہے ایسی نادر صورت کے ذکر کی اشتہار میں حاجت نہ تھی، اور ذکر ہوا تومذہب مفتی بہ کا اتباع ضرور تھااور یہاں مفتی بہ یہی ہے جس کے ضعف کی طرف اشتہار میں اشعار کیا یعنی عید کرلی جائے اگرچہ چاند نظر نہ آئے، بلکہ علامہ نوح نے فرمایا کہ یہی مذہب ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، اور دوسرا قول کہ ۳۱ روزے رکھے جائیں صرف بعض مشائخ کا ہے تواس تقدیر پر تو وُہ اصلاً قابلِ لحاظ نہ رہا۔ تنویر الابصار میں ہے:

بعد صوم ثلثین عدلین حل الفطر[15]۔	تیس روزوں کے بعد دو ۲ عادل گواہوں کی شہادت پر عید الفطر جائز ہوتی ہے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای اتفاقاان کانت لیلۃ حادی والثلثین متغیمۃ وکذا لومصحیۃ علی ماصححہ فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ[16]۔	یعنی یہ جواز بالاتفاق ہے جب اکتیسویں رات مطلع ابر آلود ہو اور درایہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع ابر آلود نہ بھی ہو تب بھی یہی حکم ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

ونقل العلامۃ نوح الاتفاق علی حل الفطر فی الثانیۃ ایضاعن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیھا من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ. قلت وفی الفیض. الفتوی علی حل الفطر[17]۔	علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوہرہ سے نقل کیا کہ دوسری صورت (جب اکتیسویں رات مطلع ابر آلود نہ ہو) میں بھی جواز عید الفطر پر بھی اتفاق ہے اور پھر کہا یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس میں جو اختلاف منقول ہے وُہ بعض مشائخ کا ہے۔ میں کہتاہُوں فیض میں ہے فتوٰی جواز فطر پر ہے(ت)

مذہب مفتی بہ بلکہ اپنے تمام ائمہ کے مذہب صحیح و معتمد کو ضعیف بتانا اور اُس کے مقابل بعض مشائخ کے قول

[15] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[16] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفٰی البابی مصر ۲/۱۰۲

[17] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفٰی البابی مصر ۲/۱۰۲

پر اعتماد کرنا بحکم درمختار و تصحیح القدوری وغیرہما جہل وخرقِ اجماع ہے۔

پنجم: ۳۰ شعبان کو مطلع صاف ہونے کے ساتھ یومِ شک کی تخصیص محض باطل ہے بلکہ مطلع صاف نہ ہو تو ۲۹ شعبان کے بعد کا دن بالاتفاق یوم الشک ہے اور بہ نیتِ رمضان اس کا روزہ رکھنا ممنوع، اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ بحال صفائے مطلع بھی ۳۰ شعبان یوم الشک ہے یا نہیں، معراج الدرایہ شرح ہدایہ و مجتبٰی شرح قدوری و جامع الرموز شرح نقایہ میں تصریح کی کہ وہ اصلاً یوم الشک نہیں، اور درمختار میں بحوالہ شرح مجمع العینی زاہدی سے نقل کیا کہ بربنائے عدمِ اعتبار اختلاف مطالع وہ بھی یوم الشک ہے کہ شاید کہیں اور رؤیت ہوئی ہو، ردالمحتار میں ہے:

القهستانی قیده بما اذا غم فلو مصحیة ولم یراحد فلیس بیوم شك اھ ومثله فی المعراج عن المجتبٰی[18]۔	قہستانی نے اسے اس صورت کے ساتھ مقید کیا جب مطلع ابر آلود ہو، اگر مطلع ابر آلود نہ ہو اور کسی نے چاند بھی نہ دیکھا ہو تو یہ یومِ شک نہ ہوگا اھ معراج میں مجتبٰی کے حوالے سے اسی طرح منقول ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

هو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علة ای علی القول لعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیة فی بلدة اخری، شرح المجمع للعینی عن الزاهدی[19]۔	یومِ شک شعبان کا تیسواں دن ہوگا اگرچہ علّت نہ ہو (یعنی مطلع صاف ہو) یعنی اس قول پر جس میں اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں کیونکہ کسی دوسرے شہر میں رؤیت کا ثبوت ہوسکتا ہے۔ یہ امام عینی کی شرح المجمع میں زاہدی کے حوالے سے منقول ہے۔(ت)

اقول: تو کلام زاہدی مضطرب ہوا اور کلام معراج معارض سے سالم رہا اور اُسی کے مثل تبیین الحقائق وغیرہ معتمدات میں ہے اور وہی اظہر واز ہر ہے کہ شک استوائے طرفین کی حالت ہے۔ یہی بحر الرائق میں ہے:

هو استواء طرفی الادراك من النفی والاثبات[20]۔	نفی واثبات کے ادراک کی دونوں اطراف کے برابر ہونے میں شک ہے(ت)

---

[18] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۹۵/۲

[19] درمختار کتاب الصوم مجتبائی دہلی ۱۴۷/۱

[20] بحر الرائق کتاب الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۶/۲

اور جبکہ مطلع صاف ہو اور چاند اصلاً نظر نہ آئے تو صرف اس احتمال بعید پر کہ شاید کہیں اور سے رؤیت کا ثبوت آجائے شک متحقق ہونا کس درجہ بعید ہے۔

فان مجرد الرؤیة ببلدة اخری لا یلزمنا مالم تثبت بطریق شرعی وھو احتمال لاعن دلیل فلا یعارض الظن الحاصل من استقراء الحس الصحیح فی المرای الصریح فافھم۔	محض دوسرے شہر میں دیکھ لینا ہمارے لیے لزوم کو کافی نہیں جب تک طریقِ شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو، یہ تو بغیر دلیل محض احتمال ہے، اب یہ اس ظن کے مقابل و معارض کیسے ہوسکتا ہے جو حس صحیحہ سے رؤیت صحیحہ میں حاصل ہوتا ہے غور کرو(ت)

ششم: یہ کہنا کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے قول پر روزہ شک کا جائز ہونا چاہئے سخت عجیب، اور دونوں قول سے مخالف وغیر مصیب ہے ۳۰ شعبان کو جب رؤیت نہ ہو تو اس میں ہر گز اختلاف قولین نہیں کہ اُس دن روزہ رمضان رکھنا گناہ ہے، اختلاف علت حکم میں ہے، جو بحال صفائے مطلع اُسے یوم الشك نہ قرار دیں، اُن کے نزدیک اس لیے کہ لاتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین (رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو۔ت)، خود اشتہار میں درمختار سے نقل کیا:

اما علی مقابلہ فلیس بشك ولا یصام اصلا[21]۔	اسکے مخالف قول پر یوم شک نہیں تو اب ہر گز روزہ نہ رکھا جائے گا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ولایجوز صومہ ابتداء لا فرضا ولا نفلا[22]۔	رمضان سے پہلے نہ فرضی روزہ رکھا جائے اور نہ نفلی(ت)

اسی میں ہے:

لانہ احتیاط فی صومہ للخواص بخلاف یوم الشک[23]۔	اس لیے کہ اس روزہ کے رکھنے میں خواص کے لیے کچھ احتیاط نہیں بخلاف یومِ شک کے۔(ت)

[21] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۷

[22] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۵

[23] ردالمحتار کتاب الصوم ۲/ ۹۶-۹۵

اور جو اس حال میں بھی یوم الشك کہیں ان کے نزدیک اس لیے کہ:

من صام یوم الشك فقد عصی اباالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[24]۔	جس نے یومِ شک کا روزہ رکھا اس نے حضور ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔(ت)

در مختار میں ہے:

لایصام یوم الشك ھو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ۔الاتطوعا ویکرہ غیرہ[25]۔(ملخصاً)	یومِ شک میں روزہ نہ رکھا جائے اور یہ شعبان کا تیسواں دن ہوسکتا ہے اگرچہ کوئی علت نہ ہو، ہاں نفلی روزہ رکھا جاسکتا ہے،اس کے علاوہ مکروہ ہے(ت)

ہفتم: اس ایجادی اختراعی حکم کی یہ تعلیل "کیونکہ بالضرور دنیا میں اس روز چاند ہوا ہوگا" اس بالضرور پر کیا دلیل، خود ہی اشتہار میں در مختار و شرح مجمع عینی سے اتنا نقل کیا کہ: **لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری**[26] (کیونکہ دوسرے شہر میں رؤیت کا ثبوت ہوسکتا ہے۔ت) نہ کہ **لوجوب وقوع الرؤیۃ فی مکان من الدنیا** (دنیا کے کسی گوشے میں رؤیت کا وقوع واجب و لازم۔ت)

ہشتم: اگر ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رؤیت ہونی ضرور ہو تو عدم اعتبار اختلاف مطالع پر کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وہی مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی اور اسی پر اعتماد ہے ہمیشہ رمضان ۲۹ ہی دن کا ہونا لازم ہو کہ بالضرور دنیا میں چاند ہوا ہوگا اور اختلافِ مطالع معتبر نہیں حالانکہ یہ اجماعِ اُمّت و نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔

نہم: جب بالضرورۃ کہیں نہ کہیں رؤیت ہونی معلوم، تو ائمہ کا ارشاد کہ ثبوتِ شرعی مثل شہادت واستفاضہ شرعیہ سے دوسری جگہ رؤیت ہونی ثابت ہو تو ہم پر لازم ہوگا ورنہ نہیں **کما نص علیہ فی الدر المختار وسائر الاسفار** (جیسا کہ در مختار اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ت) محض لغو و مہمل بلکہ غلط و باطل ہو، کہ جب یقینا دوسری جگہ وقوعِ رؤیت معلوم ہے تو یقین سے زیادہ اور کون سا ثبوت چاہئے، کیا ضروریات کے لیے بھی گواہی کی حاجت ہے افسوس کہ علماء نے طریق موجب شرعی سے

---

[24] سنن ابی داؤد باب کراہیۃ صوم یوم الشک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۹۶-۹۵

[25] در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷ ۱۴

[26] در مختار، کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷ ۱۴

مقید کیا، اشتہاری فتوی دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ خود ہی بالضرور ثابت ہے ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

دہم: اب یہ تعلیل عجب ہوگی کہ خود مدعا کا ابطال محض کرے گی، جب بالضرورت رؤیت معلوم تو جو لوگ اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ان کے نزدیک یہ **یوم الشك** کدھر سے آیا بلکہ یقین یوم الیقین ہے اور روزہ جائز ہونا کیا معنی، بلکہ فرض ہونا چاہئے کہ یقینا رمضان ہے، بالجملہ ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رؤیت ضروری ولازم مان لینا معاذاللہ ائمہ کرام کو مخالفِ اجماعِ مسلمین و مخالفِ نصوص قاطعہ و مجانین قرار دینا ہے جس پر راضی نہ ہوگا مگر بد دین یا مجنون، ہاں احتمال کہئے، پھر اگر ہوا تو **یوم الشك** ہوا اور **یوم الشك** کا روزہ جائز نہیں، پھر جواز کدھر سے آیا۔

یازدہم: رمضان و فطر میں اعتبار اختلاف مطالع کو قول محققین حنفیّہ و محدثین مذہب و مجتہدین روایات فقہیہ قرار دینا محض غلط تہمت ہے بلکہ اُس کا عدمِ اعتبار ہی ہمارے ائمہ کرام و مجتہدینِ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے اور اسی پر فتوی ہے، اور اسی پر جمہور، اور یہی احوط و اقوی من حیث الدلیل، تو بوجوہ کثیرہ اسی پر عمل واجب، اور اس سے عدول ہر گز جائز نہیں۔ تنویر الابصار و در مختار و بحر الرائق و فتاوٰی خلاصہ وغیرہ میں ہے:

اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب و علیه اکثر المشائخ و علیه الفتوی[27]۔	ظاہر مذہب پر اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، اکثر مشائخ کی یہی رائے ہے اور اسی پر فتوی ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو المعتمد عندنا و عند المالکیۃ و الحنابلۃ[28]۔	ہمارے، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں یہی معتمد ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے: **الاخذ بظاھر الروایۃ احوط**[29] (ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے۔ت) بحر الرائق میں ہے: **الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین**[30] (دونوں دلیلوں سے قوی پر عمل بہتر ہے۔ت)

---

[27] در مختار، کتاب الصوم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۴۹/۱

[28] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۱۰۵/۲

[29] فتح القدیر، کتاب الصوم، نوریہ رضویہ سکھر، ۲۴۳/۲

[30] ردالمحتار بحوالہ النہر خطبہ کتاب مصطفی البابی مصر ۵۴/۱

عقود الدریہ میں ہے: **العمل بما علیہ الاکثر**[31] (عمل اس پر کیا جائے جس پر اکثر ہوں۔ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

صرحو ابہ ان ماخرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولاقولا لہ[32]۔	فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ظاہر الروایۃ سے جو خارج ہے وُہ نہ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہوتا ہے اور نہ ہی قول (ت)

بحر میں ہے:

ما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ و المرجوع عنہ لم یبق قولا لہ[33]۔(ملخصًا)	جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو وہ قول مرجوع عنہ ہوتا ہے اور مرجوع عنہ آپ (امام اعظم) کا قول نہیں ہوتا۔(ت)

شامی میں ہے:

ماخالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا[34]۔	جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ہوتا (ت)

اسی میں ہے: **العمل بما علیہ الفتوی**[35] (جس پر فتوی ہو اس پر عمل کیا جائے۔ت) تو ان تمام عظیم قولوں کے خلاف دو ایک متاخرین علماء کا قول خلاف کو اشبہ کہہ دینا کیا شبہ ڈال سکتا یا کیا قابلِ التفات ہوسکتا ہے، درمختار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع[36]۔	قول مرجوح پر فیصلہ اور فتوی محض جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے۔

---

[31] عقود الدریۃ، مسائل وفوائد شتّٰی من الحظر والاباحۃ حاجی عبد الغفار وپسران قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۶

[32] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۵۲

[33] بحر الرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۷۰

[34] ردالمحتار کتاب احیاء الموات، داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۸

[35] ردالمحتار باب صدقۃ الفطر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۸

[36] درمختار مقدمہ کتاب، مجتبائی دہلی، ۱/ ۱۵

کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقووجهه واولی من هذا بالبطلان .الافتاء بخلاف ظاهر الروایة اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنه[37] اھ۔	جیسا کہ امام محمد کا قول امام ابو یوسف کا قول کی موجودگی میں جبکہ اس کی تصحیح نہ کی گئی ہو یا اس کی دلیل قوی نہ ہو اور اولی بالبطلان ہے ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوی دینا جبکہ اس کی تصحیح نہ کی گئی ہو اور اسی طرح قول مرجوع عنہ پر فتوی دینا ہے اھ (ت)

دوازدہم اقول: وباللہ التوفیق ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم جس پر عرش تحقیق مستقر فرمائیں وُہ ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے ارکان کسی کے متزلزل کئے متزلزل ہوجائیں، رؤیت ہلال میں اختلافِ مطالع معتبر ماننے والے ذرا سمجھ کر بتائیں کہ اس اعتبار سے کیا مراد، اور وہ کتنی مسافت ہے جس میں اختلافِ مطالع معتبر ہوگا:

اوّلاً اس کے قائلین اس بارے میں خود مختلف ہیں اور مختلف بھی اتنے کہ آٹھ گنے کا فرق، جواہر ولباب وغیرہما میں اُسے ایک مہینہ کی راہ سے مقدر کیا، روزانہ بارہ کوس کی منزل معتاد کے لحاظ سے ازانجا کہ میل یہاں کے کوسوں کا ۸/۵ ہے ۲ء۱۹ میل مسافت یکروزہ ہوئی اور مہینہ بھر کی راہ ۵۷٦ میل جس کے ۱۹۲ فرسخ ہُوئے، جواہر میں اس تحدید پر قصہ سیدنا سلیمان علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا:

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ[38] قال فانه قد انتقل کل غدوورواح من اقلیم الی اقلیم وبین کل منهما مسیرة شهر[39]۔	اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ۔ فرمایا وہ ہر صبح وشام ایک اقلیم سے دوسرے اقلیم کی طرف تشریف لے جاتے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت ہوتی۔ (ت)

یہ دلیل جیسی ہے رُویش بیبں و حالت بپرس (اس کا چہرہ دیکھو اور اس کا حال پوچھو۔ت) ولہذا ایقاظ الوسنان میں اسے نقل کرکے کہا: فی دلالة القصة علی ذٰلك نظر[40] (اس مسئلہ پر واقعہ کی دلالت محلِ نظر ہے۔ت)

[37] ردالمحتار مقدمہ کتاب مطلب لایجوز العمل بالضعیف حتی لنفسہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵

[38] القرآن ۳۴/۱۲

[39] تنبیہ الغافل والوسنان عن رسائل ابن عابدین بحوالہ القہستانی عن الجواہر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۵۰

[40] تنبیہ الغافل والوسنان عن رسائل ابن عابدین بحوالہ القہستانی عن الجواہر، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۵۰

ردالمحتار میں فرمایا: لایخفی مافی ھذاالاستدلال[41] (اس استدلال میں جو نظر ہے ہو مخفی نہیں۔ت) تاج تبریزی نے کہا: بہتّر میل سے کم میں اختلاف مطالع ممکن نہیں۔ علامہ رملی شافعی نے شرح منہاج میں اسی کو اختیار کیا اور اسی پر اپنے والد کا فتوٰی بتایا۔ ایقاظ الوسنان میں اسی کو اولٰی کہا،

حیث قال فالاول ای ماذکر التاج من ان اختلاف المطالع لایمکن فی اقل من اربعة و عشرین فرسخا اولی لان الظاھر من قوله لایمکن الخ انه قدرہ بالقواعد الفلکیة ولا مانع من اعتبارھا ھٰھنا کاعتبارھا فی اوقات الصلوٰۃ[42]۔	الفاظ یہ ہیں کہ پہلا قول کہ تاج تبریزی نے جو ذکر کیا کہ اختلاف مطالع چوبیس فرسخ سے کم ممکن نہیں اولٰی ہے کیونکہ یہ ان کے قول لایمکن الخ سے ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے قواعد فلکیہ سے اندازہ لگایا ہے اور اس مقام پر ان کا اعتبار کرنے میں کوئی مانع نہیں جیسا کہ اوقاتِ نماز میں ان کا اعتبار ہے۔(ت)

کہاں چوبیس ۲۴ کہاں ایک سو بانوے ۱۹۲ پُورے آٹھ گُنے کا فرق ہے، اور ضرور ہونا تھا کہ ائمہ مجتہدین کا نورِ علم اس کے ساتھ نہیں،

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾[43]۔	اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔(ت)

ثانیًا سب حضرات نے مطلق فرمایا کوئی تخصیص سمت وجانب کی نہ رکھی حالانکہ معظم معمورہ خصوصًا بلاد ہندوستان اور اُن کے امثال کثیرہ مثل خطہ مقدسہ عرب وغیرہ میں جہاں عرض میل کلی کے اندر ہے یا اُس سے بہت متفاوت نہیں، یہ اختلاف معتبر ہو تو یونہی کہ غربی شہر کی رؤیت شرقی پر حجت نہ ہو کہ ممکن کہ شرقی میں وقت غروب شمس فصل نیرین کم تھا قمر کا شعاع شمس سے انفصال قابل رؤیت ہلال نہ ہوا تھا جب حرکت فلکیہ نیریں کو بلد غربی کی افق پر لے گئے اتنی دیر میں انفصال بقدر استہلال ہوگیا مگر غربی میں شرقی کی رؤیت مطلقًا کیوں نا معتبر ہو خصوصًا جب کہ عرض متحد یا متقارب ہو کہ اضطجاع وانتصاب افق یکساں ہو، پُر ظاہر کہ جب مشرق میں بعد قابلِ رؤیت ہو چکا تھا تو غربی میں تو اور زیادہ فصل وظہور ہو جائے گا، اور جنوب و

---

[41] ردالمحتار مطلب فی اختلاف المطالع مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۵

[42] تنبیہ الغافل والوسنان من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۵۰

[43] القرآن ۴/ ۸۲

شمال میں ۲۴فرسخ در کنار ۱۹۲ کا فصل ہونا ضرور نہیں، فرض کیجئے آفتاب شمالی ہے اور قمر وقت استہلال عدیم المیل اور ایک شہر خطِ استواء سے ۸ درجہ شمال کو ہے کہ ایک مہینہ کی راہ سے کم، فاصلہ ہوا، اور دوسرا سترہ ۱۷ درجے کہ دو مہینے سے بھی زیادہ فصل ہُوا اس لئے کہ غایت تدقیق کے بعد ثابت ہوا ہے کہ زمین [عہ] کا ایک درجہ ۳۶۵۱۵۵ قدم ہے اور قدم ۱/۳ گز اور میل ۱۷۶۰ گز، تو ایک درجہ ارضیہ ۱۲۹ء۶۹ میل ہوا، راہ ایک ماہ، ۵۷۶ کو اس پر تقسیم کئے سے ۷۷ ۳۰۳۰۲ء۸ ہوتے ہیں یعنی ۸ح لح ی ند ۸ ۱۸ ۱۰ ۵۴ اور تینوں شہر ایک ہی نصف النہار کے نیچے ہیں۔ اب فرض کیجئے کہ صورتِ مذکورہ میں خطِ استوا میں رؤیتِ ہلال ہوئی تو شہر ابعد در کنار شہر وسطانی میں بھی رؤیت ضرور نہیں، حالانکہ یک ماہہ راہ سے کم فاصلہ ہے، اس لیے کہ خطِ استوا میں ادھر تو آفتاب جلد ڈوبے گا تو اندھیرا جلد ہو کر رؤیت کا معین ہوگا، ادھر افق منتصب ہے تو آفتاب بعد غروب جلد افق سے دُور ہو کر نورِ شفق کہ عائق رؤیت ہوتا جلد کم ہو جائے گا، اُدھر قمر کا ارتفاع زائد ہے تو دیر تک بالائے اُفق رہے گا اور یہ بھی مؤید رؤیت ہوگا بخلاف بلد شمالی کہ وہاں سب امور بالعکس ہیں، اور اسی صورت میں فرض کیجئے کہ شہر ابعد میں رؤیت ہوئی تو شہر وسطانی در کنار خط استوا میں بھی بدرجہ اولٰی رؤیت ہوگی کہ مؤیدات رؤیت وہاں بافراط ہیں حالانکہ دوماہہ راہ سے زیادہ کا فاصلہ ہے، تو معلوم ہُوا کہ جنوبًا شمالًا کبھی ایک مہینے سے بھی کم کا فاصلہ اختلاف رؤیت لاتا ہے اور کبھی دو۲ مہینے سے زیادہ کا بھی فاصلہ اختلاف نہیں لاتا۔ اب یہ تقریر اس طرف لے جائے گی کہ شہروں کا باہم بُعد معتبر نہ ہو حالانکہ اختلاف مطالع ماننے والوں کی عبارات اس میں نص ہیں، نہ تفاوتِ عرض معتبر ہو نہ تفاوتِ طول شرقی بلکہ صرف تفاوت طول غربی معتبر ہو، یعنی جس کا طول غربی اس شہر سے یک ماہہ راہ یعنی ۸ درجے ۱۸ دقیقے ہو وہاں کی رؤیت

عــہ: **اقول:** اور تدقیق ادق سے ۳۶۴۴۰۹ قدم اس لیے کہ زمین کا نصف قطر استوائی ۲۹۶ء ۳۹۶۳ میل ہے اور نیم قطر قطبی ۹۷ء ۳۹۴۹ پس نیم قطر معدل ۵۴۳ء ۳۹۵۶ پھر کمال تدقیق ادق سے قطر: محیط: : ۱: ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ لوغار ۖشمس ۴۹۷۱۴۹۹ء ۰ ولوغارثم معدل ۵۹۷۳۱۵۹ء ۳ مجموعہ ۰۹۴۴۶۵۸ء ۴ پھر نسبت انصاف مثل نسبت اضعاف ہے تو ۱۸۰ کے لوگارثم ۲۵۵۲۷۲۵ء ۲ کو اس تفریق کیا بلکہ ۲۷۵ ۴۴۷ء ۷ جمع کیا حاصل ۸۳۹۱۹۳۳ء اعدوش ۰۵۴۷ء ۶۹ یہ ایک درجہ محیطیہ کے میل ہُوئے اور گز ۱۲۱۵۳۶ تو قدم ۳۶۴۶۰۹ بالرفع یوں بھی وہی مطلب ثابت ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اب حاصل قسمت ۳۴۱۲۱۵۸ء ۸ ہوگا یعنی ۸ درجے ۲۰ دقیقے ۲۸ ثانئے ۲۳ ثالثے ۱۲ منہ غفر اللہ تعالٰی لہ (م)

معتبر ہو، مگر بنے گی یہ بھی نہیں کہ تفاوتِ عرض بھی قطعًا اختلافِ رؤیت لاتا ہے جس کے بعض وجوہ کی طرف ابھی اشارہ ہوچکا تو اُس کا نظر سے اسقاط ناممکن، تفاوت عرض سے یہاں تک تو ہوگا کہ ایک شہر میں ہلال مرئی ہو اور دوسرے شہر میں چاند اس وقت زیرِ زمین جاچکا ہو رؤیت و عدمِ رؤیت ہلال تو بالائے طاق رہی، غرض یُوں بھی ٹھیک نہیں آتی ، اور حقیقتِ امر یہ ہے کہ تحدید کرنے والوں نے محض سرسری طور پر ایک حد کہہ دی تنقیح پر آیئے تو قیامت تک وُہ خود اس کی حد بست نہ کرسکیں گے۔

ثالثًا اس سب سے قطع نظر کیجئے تو اب ہمارا وُہ سوال متوجہ ہے کہ اس اعتبار اختلاف سے کیا مراد، آیا دو۲ شہروں کا ایسا فصل کہ چاند جب اک میں مرئی ہو تو دوسرے میں رؤیت ہمیشہ ناممکن ہو، یہ وہ اختلافِ مطالع ہے جسے معتبر مانتے ہیں یا صرف ایسا فصل کہ ایک میں رؤیت ہونے کے ساتھ دوسرے میں رؤیت نہ ہونا ممکن ہو یہ معتبر ہے، بالجملہ بنظر فاصلہ بلدین دوسرے شہر میں عدمِ امکان چاہئے یا امکان عدم، اوّل تو یقینا باطل ہے دنیا میں کوئی فاصلہ ایسا نہیں کہ ایک جگہ ۲۹ کی رؤیت کو صرف نظر بفصل مسافت بے لحاظ خصوص حال ہلال حال دوسری جگہ محال کرتا ہو، اختلاف معتبر ماننے والوں نے بڑی حد یک ماہہ راہ بتائی، اور انہیں بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ہزارہا بار یہاں بھی ۲۹ کا چاند ہُوا اور یہاں سے مہینوں راہ کے فاصلے پر بھی ہُوا بلکہ جب یہاں ۲۹ کا ہو تو اس عرض میں غرب کو جتنا بڑھیے بدرجہ اولٰی ۲۹ ہی کا ہوگا تو بالضرورۃ ثانی ہی مقصود اور اب بالیقین راہِ تحدید مسدود، مہینے بھر کی راہ تو بہت ہے، ۲۴ فرسخ کا فاصل جس پر تاج تبریزی نے ادعا کیا کہ اس سے کم ہیں اختلاف ممکن نہیں، اور علّامہ شامی نے براہِ تحسینِ ظن فرمایا کہ اُن کا یہ دعوٰی قواعد فلکیہ پر ہی مبنی ہوگا۔

اقول: ہر گز قواعد فلکیہ اس عدمِ امکان کے ساتھ مساعد نہیں بلکہ صراحۃً اس کا رد کرتے ہیں، ایک درجہ زمین یقینا ۲۴ فرسنگ سے کم ہے کہ یہ ۶۹ میل ہے اور وہ بہتّر، مگر ایک درجے بلکہ اس سے کم فصل غربی پر بھی اختلافِ رؤیت ممکن، در بارہ ہلال کہ کب صالح رؤیت ہوتا ہے اگرچہ اختلاف اقوال بکثرت ہے، اس میں دس قول تو اس وقت میرے پیش نظر ہیں جن کی وجہ وہی **و لو کان من عند غیر اللّٰہ** (اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا۔ت) ہے مگر متاخرین اہلِ ہیئت نے بعد تطاول تجارب جس پر استقرار رائے کیا، وہ یہ ہے کہ نیرین میں بُعد، سوا دس ۱۰ درجے سے زائد ہو اور بُعد معدل ۱۰ سے کم نہ ہو۔ زیج سلطانی میں ہے:

اگر بُعد معدل میان دہ درجہ ودوازدہ درجہ باشد وبُعد سواءازدہ بیش تر باشد ہلال بتواں دید باریک[44]۔	بُعدِ معدل اگر دس ۱۰ اور بارہ درجہ کے درمیان ہو اور بُعد، سوا دس ۱۰ درجہ سے زائد ہو تو چاند ایک بار دیکھا جاسکتا ہے (ت

[44] زیج سلطانی

علامہ عبدالعلی برجندی شرح میں فرماتے ہیں:

تاہر دو شرط وجود نگیر وہلال مرئی نہ شود و متعارف درین زمان این ست[45]۔	جب تک یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں چاند نظر نہیں آسکتا اور اس زمانہ میں یہی متعارف ہے(ت)

اب فرض کیجئے کہ یہاں وقتِ غروب بعد سواءط حہ لظ یعنی دس درجے سے ایک دقیقہ کم تھا توہلال قابل رؤیت نہ تھااور ایک درجہ حرکت وسطی ۴۸دقیقہ میں ہے اور اس مدّت میں سبق قمر تقریبًا دو دقیقے بلکہ کبھی اس سے بھی زائد ہے توجب قمر اس شہر سے ایک درجہ بلکہ کم فاصلے کے مقام رؤیت پر آیا بُعد دس درجے سے زائد ہوگیا اور رؤیت ہو گئی، اسی طرح ارتفاعِ قمر وغیرہ اختلاف کے ذرائع سے بھی تقریر مدعا ممکن، تو ثابت ہوا کہ ۲۴ بلکہ ۲۳فرسخ سے کم بھی اختلاف ممکن ہے، اب کوئی راہ نہ رہی سوااس کے کہ حد اصلًا نہ باندھئے بلکہ یا تو ہمیشہ ہر جگہ ہر ماہ کے لیے خصوص حال ہلال، حال ومحال استہلال پر نظر کیجئے یا مطلقًا کہہ دیجئے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے کے لیے اصلًا معتبر نہیں اگرچہ ۲۴فرسخ سے بھی کم فاصلہ ہو، ثانی تو بالاجماع مردود ہے اختلاف معتبر ماننے والے بھی ایسے عموم واطلاق کے ہرگز قائل نہیں، اور اوّل کی طرف راہ نہیں، مگر انہیں حسابات دقیقہ طویلہ مرئی وعرض مرئی وانکسار اُفقی اختلاف منظر افقی وتعدیل الغروب وبُعد معدل وغیرہا کے ذرائع سے جن کے بعد بھی بہت اوقات سواظن وتخمین کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہی محاسبات ہیں جن کو شریعتِ مطہرہ دربارہ ہلال یک لخت ساقط وباطل فرماچکی، تو بحمد اللہ تعالٰی نہ ہلال روشن بلکہ آفتاب پردہ برافگن کی طرح آشکار ا ہُوا کہ اختلاف مطالع معتبر ماننا ہی خلافِ تحقیق تھااور یہ کہ وہ مؤید بحدیث نہیں بلکہ وہی حدیث مجمع علیہ کے ارشاد واجب الانقیاد سے دُور وسحیق تھااور یہ کہ نہ صرف رمضان وشوال بلکہ کسی مہینے میں شرع مطہر اُس کی طرف اصلًا دعوت نہیں فرماتی اور یہ کہ ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلٰی درجہ تدقیق انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق تک اس کی ہوا بھی نہیں آتی **ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق** (تحقیق یُوں ہی ہونی چاہئے اور توفیق کا مالک اللہ ہے۔ت) کیا انہیں معلوم نہ تھا اختلاف مطالع ہوتا ہے، ضرور معلوم تھا، مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتے تھے کہ اسکا فتح باب اسی حساب ناقص النصاب کی طرف کھینچ کرلے جائے گا، جسے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رَد فرماچکے ہیں، لاجرم صاف فرمادیا کہ اختلاف مطالع اصلًا معتبر نہیں **ان اللہ امدہ لرؤیتہ**[46] حق تعالٰی نے مدار رؤیت پر رکھا ہے، اگر رؤیت ثبوت شرعی سے ثابت ہے اگرچہ کتنا ہی فاصلہ ہو، اور نہیں تو نہیں اگرچہ کتنا ہی قریب ہو، اور یہیں سے ظاہر

[45] شرح زیج سلطانی لعبدالعلی البرجندی

[46] صحیح مسلم کتاب الصیام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۹

ہوا کہ در بارہ صلوات اختلافِ مطالع پر اس کا قیاس محض مع الفارق ہے حساب طلوع و غروب و صبح و شفق و مثل اول وثانی واضحاک جلیلہ و منضبطات کلیہ ہیں بخلاف حساباتِ رؤیت ہلال کہ قدمائے اہل ہیئت نے اپنے بوتے کا روگ نہ پا کر سرے سے اس کی طرف التفات ہی نہ کیا اور متاخرین نے ہزار اضطراب واختلاف کے بعد آخر علّامہ برجندی کی طرح لکھ دیا کہ، بالجملہ ضبط آں بر سبیل تحقیق متعسر ست بلکہ متعذر (رؤیت ہلال کا تحقیقی ضابطہ انتہائی مشکل اور متعذر ہے۔ت) اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ یک ماہہ راہ پر اختلافِ مطالع کو بحسبِ قواعد مبرہنہ علمِ ہیئت ماننا جیسا کہ مولوی عبدالحہ صاحب لکھنوی سے اپنے فتاوٰی جلد اول طبع اول ص ۳۰۹ پر واقع ہوا، محض قلّتِ تدبّر سے ناشئی تھا، نیز ہماری تقریر سے ظاہر ہُوا کہ اختلافِ مطالع کے یہ معنی قرار دینا کہ ایک شہر میں رؤیت ہو سکتی ہے دُوسرے میں نہیں جیسا کہ اُنہیں سے اُسی صفحہ پر واقع ہوا، محض باطل ہے یہاں ہر گز امکان وامتناع کا اختلاف نہیں بلکہ وقوع وامکان عدم کا، **کما اوضحنا سابقا** (جیسا کہ سابقہ گفتگو میں ہم نے اسے واضح کر دیا ہے۔ت) خود مولوی صاحب مذکور نے اسی فتوے کے آخر میں صفحہ ۳۱۰ پر حق کی طرف رجوع کرکے اختلافِ مطالع کے معنی یُوں لکھے: "یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہیں۔" یہ عبارت پھر بھی متحمل ہے، جلد دوم ص ۱۴۷ پر صاف تر لکھا: "اگر دو شہروں میں اس قدر بُعد مسافت ہے کہ اختلاف مطالع ہوتا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک جگہ طلوع ہلال ہو اور دوسری جگہ اس روز نہ ہو۔" اور ایک امام زیلعی کے "اشبہ" لکھ دینے پر مولوی صاحب مذکور کا فرمانا کہ "یہی مذہب محدثین حنفیّہ کا ہے" محض دعوی ہے، زیلعی صاحبِ مذہب نہیں نہ محدثینِ حنفیّہ ان میں منحصر، ابو حنیفہ وابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے جن کا مذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے، اور محدثی اگر محدثین ومتاخرین ہی سے خالص ہے تو بالغ مرتبہ اجتہاد امام ابن الہمام کیا کم محدث ہیں، جو فرما چکے کہ، ظاہر الروایۃ ہی پر عمل احوط ہے۔ رہی حدیث کریب کہ انہوں نے ملک شام میں رمضان مبارک کا چاند شبِ جمعہ کو دیکھا پھر مدینہ طیبہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آکر بیان کیا انہوں نے فرمایا ہم نے شب شنبہ میں دیکھا تو ہم اپنے ہی حساب سے ۳۰ پُورے کریں گے، کریب نے کہا کیا آپ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رؤیت وحکم پر اکتفانہ کرینگے فرمایا: **لا، ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم**[47] (نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں یہی حکم دیا۔ت) جس سے امام زیلعی نے استناد کیا اور اس کی بناپر مولوی صاحب مذکور نے اسے موافقِ حدیث بتایا۔ **اقول:** حدیث مذکور **واقعۃ عین لا عموم لھا** (یہ ایک خاص

---

[47] جامع ترمذی ابواب الصیام امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۸۷

واقعہ ہے اس کا حکم عمومی نہیں۔ت) بحال صفائے مطلع بکثرت ائمہ ایک کی گواہی نہیں مانتے ممکن کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اسی بناپر نہ مانی ہو، اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم تو بے نصاب شہادت ثابت ہوہی نہ سکتا تھا، تنویر میں ہے:

شھدوا انہ شھد عند قاضی مصر کذا الخ[48]	گواہوں نے کہا کہ انہوں نے قاضیِ شہر کے پاس اس طرح گواہی دی ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ شھدوا' من اطلاق الجمع علٰی مافوق الواحد وفی بعض النسخ شھدا بضمیر التثنیۃ وھو اولٰی[49]۔	قولہ "شھدوا" یہاں جمع کا اطلاق ایک سے زائد پر ہے، بعض نسخوں میں ضمیر تثنیہ کے ساتھ شھدا ہے اور یہی اولٰی ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئك بطریق موجب کما مرّ[50]۔	اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت روزہ رکھنا لازم تب آئے گا جب ان کی رؤیت بطریق موجب شرعی ثابت ہوگی جیسا کہ گزرا ہے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

کان یتحمل اثنان الشھادۃ او یشھدا علی حکم القاضی اویستفیض الخبر[51]۔	دو آدمی شہادت پر شہادت دیں یا حکمِ تام پر شہادت دیں یا خبر مشہور ہو۔(ت)

لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے لا فرمایا: بنگاہِ اولیں یہ جواب فقیر کے خیال میں آیا تھا، پھر دیکھا امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور جواب دیا اور اس کے بعض کی طرف بھی اشارہ کیا، فرماتے ہیں:

قد یقال ان الاشارۃ فی قولہ	یُوں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کے ارشاد

[48] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹
[49] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفٰی البابی مصر ۲/۱۰۲
[50] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹
[51] ردالمحتار مطلب فی اختلاف المطالع مصطفٰی البابی مصر ۲/۱۰۵

ھکذا الی نحوماجری بینه وبین ام الفضل و حینئذ لادلیل فیه لان مثل ماوقع من کلامه لو وقع لنا لم نحکم به لانه لم یشهد علی شهادة غیره ولا علی حکم الحاکم .فان قیل اخباره عن صوم معاویة یتضمنه لانه الامام یجاب بانه لم یات بلفظ الشهادة ولو سلم فهو واحد لا یثبت بشهادته وجوب القضاء علی القاضی واللہ سبحانه و تعالٰی اعلم والاخذ بظاھر الروایة احوط اھ[52] **اقول:** لکن فی الحدیث قال انت رایته قلت نعم[53] والاخبار فی رمضان کاف فماذکر الفقیر اولی۔	ھٰکذا میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اور حضرت ام فضل کے درمیان جاری ہوئی تو اب یہ دلیل نہیں کیونکہ ان کے کلام کی طرح ہمارے سامنے معاملہ آجائے تو ہم اس پر فیصلہ نہیں کریں گے کیونکہ ایسا بیان کرنے والے نے نہ تو کسی کی شہادت پر گواہی دی ہے اور نہ کسی حاکم کے فیصلہ پر، اگر کوئی سوال اٹھائے کہ حضرت معاویہ کے روزہ کی اطلاع اس گواہی کو متضمن ہے کیونکہ وہ امیر تھے، اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ یہاں لفظ شہادت کا ذکر نہیں، اور اگر اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہ تنہا ہیں، تو ان کی شہادت سے قاضی پر قضا کا فیصلہ لازم نہ ہوگا اللہ تعالٰی بزرگ و برتر بہتر جانتا ہے اور ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے اھ **اقول:** حدیث میں ہے تونے اسے دیکھا ہے، میں نے کہا ہاں، اور رمضان کے لیے یہ اطلاع ہی کافی ہے، توبندہ حقیر نے جو ذکر کیا وہ اولٰی ہے (ت)

معہذا مولوی صاحب مذکور کو حدیث سے استناد اس وقت پہنچتا کہ دمشق ومدینہ طیبہ میں یک ماہہ راہ کا فصل ثابت کیا جاتا ورنہ حدیث خود ان کے بھی مخالف ہوگی کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ت) یہاں ایک امر یہ بھی قابلِ تنبیہ ہے کہ مولوی صاحب مذکور نے اپنے فتاوٰی میں تین جگہ عبارتِ تاتارخانیہ:

اھل بلدة اذا رأو الھلال ھل یلزمه ذٰلك فی حق کل بلدة اخری اختلف المشائخ فیه. فبعضهم قالو الا یلزم ذٰلك فانما المعتبر فی حق اھل بلدة رؤیتهم وفی الخانیة لا عبرة لاختلاف المطالع فی ظاھر الروایة وفی القدوری	جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو کیا ہر شہر والوں پر روزہ لازم ہوگا؟ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے اس سے روزہ لازم نہیں، ہر شہر والوں کے حق میں ان کی اپنی رؤیت ہی معتبر ہے۔ خانیہ میں ہے ظاہر الروایت کے مطابق اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں، اور قدوری

[52] فتح القدیر کتاب الصوم نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۴۳

[53] فتح القدیر کتاب الصوم نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۴۳

اذاکان بین البلدتین تفاوت لایختلف المطالع یلزمه وذکر شمس الائمة الحلوانی انه الصحیح من مذهب اصحابنا[54]۔	میں ہے جب دونوں شہروں کے درمیان اتنا تفاوت ہو جس سے مطالع میں اختلاف نہ ہو تو لازم ہوگا، شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے مذہب میں صحیح یہی ہے۔(ت)

نقل کی اور ظاہراً خیال کیا کہ تصحیح امام شمس الائمہ اعتبار اختلاف کی طرف ناظر ہے حالانکہ وہ مذهب اصحابنا فرمارہے ہیں اور ظاہر ہے کہ مذهب اصحابنا نہیں مگر ظاہر الروایۃ کما قدمنا نقوله فیما سبق (جیسا کہ ہم نے پہلے تذکرہ کردیا ہے۔ت) اور ظاہر الروایۃ نہیں مگر عدم اعتبار اختلاف جیسا کہ خود مولوی صاحب کو اعتراف، ج۲ص۱۶۲پر لکھا:

نزد اکثر مشائخ حنفیه موافق ظاہر الروایة اختلاف مطالع رامطلقا اعتبار نیست[55]۔	ظاہر الروایۃ کے موافق اکثر مشائخ حنفیّہ کے نزدیک اختلافِ مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں(ت)

ج۲ص۷۴پر کہا: جب کسی شہر میں ثابت ہوجائے کہ فلاں شہر میں چاند ہوا تو ان پر موافق اس کے حکم دیا جائے گا گو دونوں شہروں میں بُعدِ مسافت ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے[56]۔

لاجرم پھر غنیه ذوی الاحکام میں فرمایا: قال الامام الحلوانی الصحیح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض فی بلدة اخری وتحقق یلزمهم حکم تلك البلدة[57]۔	امام حلوانی نے فرمایا ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہے کہ جب خبر دوسرے شہر میں مشہور و متحقق ہوجائے تو پھر دوسرے شہر والوں پر پہلے اہلِ شہر کا حکم لازم ہوگا۔(ت)

مسلک متقسط شرح منسک متوسط میں فرمایا:

ان ثبت فی مصر لزم سائر الناس فی ظاهر الروایة و علیه اکثر المشائخ	جب شہر میں ثبوت ہوجائے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق باقی لوگوں پر لازم ہوگا، اکثر مشائخ کی یہی

54 مجموعہ فتاوٰی عبدالحٰی کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۶۵، ۲۷۵، ۲۷۳، فتاوٰی تاتارخانیہ کتاب الصوم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۵

55 مجموعہ فتاوٰی محمد عبدالحٰی کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۷۴

56 مجموعہ فتاوٰی محمد عبدالحٰی کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۶۶

57 غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ درر الحکام کتاب الصوم احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/۲۰۱

وبہ کان یفتی ابو اللیث وشمس الائمۃ الحلوانی وھو مختار صاحب التجرید والکافی وغیرھم من المشائخ[58]۔	رائے ہے، فقیہ ابو للیث اور شمس الائمہ حلوانی نے بھی اسی پر فتوٰی دیا ہے، صاحبِ تجرید وکافی اور دیگر مشائخ کے ہاں یہی مختار ہے۔(ت)

خلاصہ وعالمگیریہ وغیرہما معتمدات میں فرمایا:

علیہ فتوی الفقیہ ابی اللیث وبہ کان یفتی شمس الائمۃ الحلوانی قال لورأی اھل مغرب ھلال رمضان یجب الصوم علی اھل المشرق[59]۔	فقیہ ابو اللیث کا اسی پر فتوٰی ہے، شمس الائمہ اسی پر فتوی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر اہلِ مغرب رمضان کا چاند دیکھ لیں تو اہلِ مشرق پر رمضان کا روزہ لازم ہو جائے گا(ت)

دیکھو کیسی صریح تصریحات ہیں کہ امام شمس الائمہ کا فتوی اسی پر ہے کہ اختلافِ مطالع اصلاً معتبر نہیں، بالجملہ بعد اس جاننے کے کہ اختلاف مطالع کا نا معتبر ہونا ہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وہی معتمد جمہور وقولِ کثیر ہے، اس سے عدول کی کوئی راہ نہیں مگر الحمدللہ مولوی لکھنو صاحب نے اپنے فتاوٰی کی جلد سوم میں حق کی طرف صاف رجوع کی، صفحہ ۷۶ پر کہتے ہیں:

سوال: رؤیت یکجا مفید حکم بجائے دیگرے شود یا آنکہ اختلاف مطالع معتبرست۔ **جواب:** اختلافِ مطالع معتبر نیست و حکم یکجا مفید حکم بجائے دیگرے شود اگر خبر رؤیت مشتہر شود وانتشار پذیرد ودر مختار ے آرد واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ الکثر المشائخ وعلیہ الفتوٰی بحر عن الخلاصۃ انتھی درجامع رموز ے آرد الصحیح من مذھب اصحابنا انہ یلزم	**سوال:** آیا ایک جگہ رؤیت کا حکم دوسری جگہ پر لاگو ہوتا ہے یا اختلافِ مطالع معتبر ہے؟ **جواب:** اختلافِ مطالع ک اعتبار نہیں ہے اور ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ کے لیے معتبر ومفید ہوتا ہے جبکہ خبر مشہور ہو کر اطراف میں پھیل جائے، ظاہر مذہب میں اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں، اکثر مشائخ کا یہی قول ہے اور فتوی بھی اسی پر ہے کذافی البحر عن الخلاصہ انتھی، اور جامع الرموز میں یہ مذکور ہے ہمارے ائمہ کا صحیح مذہب یہی ہے

[58] مسلک متقسط شرح منسک متوسط فصل فی اشتباہ یوم عرفہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۴۳

[59] فتاوی ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹۸-۱۹۹

اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری [60]۔ملخصًا۔	کہ جب خبر دوسرے شہر میں مشہور ہوجائے تو روزہ لازم ہوجاتا ہے۔(ت)

یہ وہی صحیح من مذہب اصحابنا ہے کہ پہلے قول خلاف کی طرف منسوب سمجھا گیا تھا اور ایک اور سوال کے جواب میں بھی مطلقًا مقام بعید کی شہادت مقبول مانی، ص ۷۴ و ۷۳:

سوال: گواہان بروز بست و نہم از رمضان گواہی دادند کہ ماہلال رمضان یک روز قبل دیدہ ایم کہ بداں حساب امروز سیم رمضان ست پس شہادت ایشاں مقبول خواہد شد یانہ؟ **جواب:** اگر گواہاں ہمانجا بودند واز اول رمضان ساکت ماندہ بست و نہم رمضان گواہی دادند گواہی ایشاں مقبول نخواہد شد و اگر از سفر از مقام بعید می آیند شہادت مقبول خواہد شد کذا فی الخلاصۃ [61]۔	**سوال:** گواہوں نے ۲۹ رمضان کو یہ گواہی دی کہ ہم نے رمضان کا چاند ایک روز پہلے دیکھا تھا اس حساب سے آج ۳۰ رمضان بنتا ہے تو ان گواہوں کی گواہی مقبول یا نہ؟ **جواب:** اگر گواہ اسی مقام کے رہنے والے ہوں اور رمضان کے پہلے دن خاموش رہے اور اب ۲۹ رمضان کی گواہی دے رہے ہیں تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کہیں دور کے مقام سے سفر کرکے آئے ہوں تو ان کی شہادت قبول کی جائیگی کذا فی الخلاصہ۔(ت)

یہ تیسری جلد مولوی صاحب نے آپ ہی سوالات قائم کرکے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کردی ہے اُن کے فتاوٰی دیکھنے والے کو اس کا لحاظ ضرور ہے، مدت سے خیال تھا کہ مسئلہ اختلاف مطالع میں ایک بیان شافی لکھا جائے کہ ابرِ اختلاف اُٹھ کر مطلع صاف نظر آئے، الحمد للہ کہ آج کا وقت آیا وللہ الحمد فی الاولٰی والاخری وصلی اللہ تعالٰی علی بدر تجلی من البطحاء وعلٰی اٰلہ وصحبہ نجوم الھدی۔

سیر دھم نیم صاع گیہوں سے روزے کا فدیہ اور فطر کا صدقہ ہے ایک سو پینتیس تولہ ہے انگریزی سے اسّی ۸۰ روپے بھر ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے آدھ پاؤ کم دو سیر نہ ہوا بلکہ تین چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا کم دو سیر، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی جلد [62] "صدقہ فطر کے بیان" میں

[60] مجموعہ فتاوٰی محمد عبدالحٰی لکھنوی باب رؤیۃ ہلال مطبع یوسفی لکھنو ۱/۳۷۰-۷۰

[61] مجموعہ فتاوٰی محمد عبدالحٰی لکھنوی باب رؤیۃ ہلال مطبع یوسفی لکھنو ۱/۳۷

[62] فتاوٰی رضویہ (جدید) جلد ہذا صفحہ ۲۳۹

مشرحًا بیان کیا ہے اور یہ فتوٰی تحفہ حنفیّہ عظیم آباد میں چھپ بھی گیا ہے اور بریلی کے سیر سے کہ پورے سَو روپے بھر کا ہے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے کا ہے پورا ڈیڑھ سیر، فاحفظ ولاتنزل

چہار دہم جس نے بعذر شرعی روزہ نہ رکھا اسے دقت نہ ہو تو حرمت ماہ مبارک کے لحاظ سے حتی الوسع چھپا کر کھانا پینا چاہئے مگر کسی روزہ دار کے سامنے کچھ نہ کھانے کا مطلقًا وجوب محتاج دلیل ہے۔

پانزدہم کاغذ یا کنکر یا خاک وغیرہا اشیا کو کہ نہ دوا ہیں نہ غذا، نہ مرغوبِ طبع، اگر تل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا۔ یونہی روزہ توڑنا عمدًا حقنہ وغیرہا اشیائے مذکورہ مابعد کو بھی شامل، مگر اس میں کفارہ نہیں۔ نیز کفارہ صرف ادا روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے، جبکہ یہ نہ صاحبِ عذر تھا نہ اُس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہو جائے، نہ ہی توڑنا کسی کے جبر واکراہ سے ہو اور روزے کی نیت رات سے کی ہو، درمختار میں ہے:

ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرها ولم یطرأمسقط کمرض وحیضٍ[63]۔	پھر کفارہ تب ہوگا جب تک رات کو نیت کی ہو اور مجبور بھی نہ ہو اور کفارہ چھوڑنے کا کوئی عارضہ مثل مرض وحیض وغیرہ کے لاحق نہ ہوا ہو (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله مسقط ای سماوی لاصنع له فیه ولا فی سببه، رحمتی[64]۔	قولہ مسقط یعنی وہ عارضہ سماوی جس میں بندے کا کوئی دخل نہ ہو اور نہ اس کے سبب میں دخل ہو، رحمتی۔ (ت)

تو یہ اشتہاری مطلق احکام سب غلط ہیں۔

شانزدہم کفارے میں شرعًا ترتیب ہے سب میں پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے، اس کی طاقت نہ ہو تو دو۲ مہینے کے لگاتار روزے، یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ ساٹھ مسکین کما نص اللہ تعالٰی علیه فی اٰیة الظهار (جیسا کہ اللہ تعالٰی نے آیتِ ظہار میں تصریح فرمادی ہے۔ت) غلام آزاد کرنا تو شاید اشتہار میں اس لیے مذکور نہ ہُوا کہ یہاں غلام کہاں، مگر روزوں اور ساٹھ مسکینوں میں ترتیب نہ رکھنا صحیح نہیں،

[63] درمختار باب مایفسد الصوم ومالایفسد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۱

[64] ردالمحتار مطلب فی الکفارۃ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۲۰

یہ اگر جہل نہ ہو تو سخت تر ہے کہ تجہیل و تضلیل ہے۔

ہفدہم جلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک اس سے انزال نہ ہو۔ در مختار میں ہے: **استمنی بہ و لم ینزل**[65] (مشت زنی کی، انزال نہ ہُوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔) تو یہ اطلاق بھی غلط ہے۔

ہیجدہم قصداً قے کرنے سے بھی روزہ نہیں جاتا مگر جبکہ روزہ یاد ہونے کی حالت میں منہ بھر کر ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

لافطرفی الکل علی الاصح الافی الاعادۃ والاستقاء بشرط الملأمع التذکیر شرح الملتقی[66]۔	اصح قول کے مطابق ان تمام میں افطار نہ ہوگا البتّہ اس صورت میں جب قے کو لوٹائے یا خود قے کرے بشرطیکہ منہ بھر کر ہو روزہ ہونا یاد ہو، شرح الملتقی (ت)

نوزدہم مفطرات غیر مکفرات مثل حقنہ وغیرہا کا مطلقاً دوبارہ کرنا موجب کفارہ نہیں جب تک بقصد معصیت نہ ہو۔ در مختار میں ہے:

کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ مااذالم یقع ذلك منہ مرّۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃفان فعلہ وجبت زجرالہ[67]۔	جس صورت میں کفارہ لازم نہ ہو اس کا محل یہ ہے کہ جب اس شخص سے وہ فعل بتکرار گناہ کے قصد سے صادر نہ ہو، پس اگر اس فعل کو مکرر کرے گا تو زجراً کفارہ واجب ہوگا۔ (ت)

اور اس عبارت سے اگرچہ علامہ طحطاوی نے یہ استظہار کیا کہ دو ہی بار کرنے میں کفارہ واجب کردیں گے اور علامہ شامی نے اسے نقل کرکے مقرر رکھا مگر اس معنی پر جزم اُنہیں بھی نہیں، اتنا ہی فرمایا ہے:

ظاھرہ انہ بالمرۃ الثانیۃ تجب علیہ الکفارۃ ولوحصل فاصل بایام[68]۔	ظاہر یہ ہے کہ اگر دوسری دفعہ کیا تو کفارہ لازم اگرچہ درمیان میں متعدد ایام کا فاصلہ ہو (ت)

اور فقیر کے نزدیک یہ ہنوز محتاج مراجعت ہے، اگر یہ مراد ہوتی تو **مرۃ اخری** (دوبارہ کرنا۔ت) کہنا کافی تھا **مرۃ بعد اخری** (بار بار کرنا۔ت) ظاہراً بار بار تکرار کی طرف ناظر ہے **فلیراجع و**

---

[65] در مختار باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، مجتبائی دہلی ۱/۱۵۰

[66] ردالمحتار مطلب فی الکفارۃ مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۰

[67] در مختار باب مایفسد الصوم الخ مجتبائی دہلی ۱/۱۵۱

[68] ردالمحتار باب مایفسد الصوم الخ مصطفی البابی مصر ۲/۱۱۵

لیحرر (غور طلب ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

بستم حاملہ کو بھی مثل مرضعہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت اسی صورت میں ہے کہ اپنے یا بچّے کے ضرر کا اندیشہ غلبہ ظن کے ساتھ ہو نہ کہ مطلقاً جیسا کہ اشتہار نے زعم کیا۔

بست ویکم جب رکعاتِ تراویح میں اختلاف پڑے کہ بیس ۲۰ پڑھیں یا اٹھارہ ۱۸، تو اس میں نہایت کثرت سے مختلف صورتیں ہیں، اُن کی تمام تر تفصیل اور اُن کے اصول کی تاصیل اور اُن کے احکام تحقیق و تحصیل فقیر نے تعلیقاتِ ردالمحتار میں ذکر کی یہاں اجمالاً اتنا گزارش کہ نہ مطلقاً اختلاف امام و قوم کی حالت میں مقتدیوں کو دو ۲ رکعت پڑھنے کا حکم، نہ مطلقاً تنہا پڑھنے کا حکم، نہ یہ حکم مطلقاً امام کو کسی عدد پر یقین نہ ہونے کے ساتھ خاص، مثلاً مقتدیوں کا یقین ہے کہ بیس ہو گئی اور امام کو شک تھا یا اٹھارہ کا یقین ہی ہے تو مقتدی اصلاً دو ۲ رکعت نہ پڑھیں گے، نہ جماعت سے نہ تنہا، کہ جب اُنہیں تراویح کامل ہو جانے کا یقین ہے تو اب اُنہیں امام کے شک یا یقین سے زیادہ کا کیونکر حکم ہو سکتا ہے، اپنے جزم پر غیر کا جزم بھی حاکم نہیں ہو سکتا نہ کہ شک، ردالمحتار میں ہے:

لو تیقن الامام بالنقص لزمهم الاعادة الا من تیقن منهم بالتمام [69]۔	اگر امام کو کم کا یقین ہو تو ان پر اعادہ لازم ہے مگر ان میں سے جسے تکمیل کا یقین ہو (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لان یقینه لا یبطل بیقین غیره [70]۔	کیونکہ اس کا یقین کسی دوسرے کے یقین سے باطل نہیں ہو سکتا۔ (ت)

اور اگر مقتدیوں کو ۱۸ کا یقین ہے اور امام کو بیس ۲۰ کا شک ہو تو خود امام بھی دو اور پڑھے گا اور یقین مقتدیاں کی اقتداء کرے گا اور جماعت سے پڑھی جائیں گی۔ درمختار میں ہے:

لو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولهم [71]۔	اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا اگر امام کو یقین ہو تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کا قول معتبر ہونے کی وجہ سے اعادہ ہوگا۔ (ت)

---

[69] ردالمحتار باب سجود السہو دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۰۷

[70] فتح القدیر باب سجود السہو نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۵۷

[71] درمختار باب سجود السہو مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۳

فتح القدیر میں ہے:

ان اعاد الامام الصلٰوۃ واعادوا معہ مقتدین بہ صح اقتدائھم[72]۔	اگر امام نے اعادہ نماز کیا اور لوگوں نے اس کی اقتدا میں اعادہ کیا تو ان کی اقتدا درست ہوگی (ت)

بست ودوم حافظ کہ ایک بار ختم کرچکا اب دوسری تاریخوں میں دوسری جگہ سنانا چاہتا ہے جہاں ابھی لوگوں نے قرآن عظیم نہیں سُنا ہے تو مذہب صحیح ومعتمد پر اس کے عدمِ جواز کی اصلاً کوئی وجہ نہیں نہ اس قرآن سُننے کا ثواب نہ ہونے کے کوئی معنی، ظاہر ہے کہ ان راتوں میں وہ بھی تراویح ہی پڑھے گا نہ کہ نفل محض، تو ضرور تراویح کا امام ہوسکتا ہے اور جب امام تراویح ہوسکے گا تو دوبارہ قرآن عظیم پڑھنے سے کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے، اور جب اس سے ممنوع نہیں تو بلاشبہ جو کچھ قرآن عظیم اُس میں پڑھے گا وُہ تراویح صحیحہ مسنونہ ہی میں ہوگا، پھر ثواب نہ ملنا چہ معنٰی، اور اس کی یہ تعلیل کہ "وہ اب نفل سناتا ہے اور مقتدی واجب سُننا چاہتے ہیں" اس سے بھی زیادہ فاسد وعلیل۔ تراویح میں پہلا ختم بھی واجب نہیں صرف سنّت ہی ہے اور دوبارہ ختم کرنا اگرچہ حافظ پر سنّت مؤکدہ نہ تھا مگر یہ قبل ایقاع ہے بعد وقوع سنّت درکنار جتنا پڑھے گا فرض ادا ہوگا کہ نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک رکعت میں پڑھے سب فرض ہی واقع ہوتا ہے لانہ فرد

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (کیونکہ یہ بھی (ارشاد باری تعالٰی) "جو قرآن میں سے آسان ہے پڑھو" کا فرد ہے۔ ت) ولہٰذا اگر سُورت بھول کر رکوع میں چلا جائے پھر رکوع میں یاد آئے تو حکم ہے کہ رکوع کو چھوڑے اور کھڑا ہو کر سُورت پڑھے اور پھر رکوع کرے حالانکہ ضم سورت صرف واجب تھا اور واجب کے لیے رفض فرض جائز نہیں جیسے قعدہ اولٰی بُھول کر جو سیدھا کھڑا ہوجائے اب اُسے عود حلال نہیں کہ قعدہ واجب تھا اور قیام فرض ہے مگر سورت جو پڑھے گا یہ بھی فرض واقع ہوگی تو فرض کے لیے رفض فرض ہوا، ولہٰذا اگر کھڑا ہو کر سُورت پڑھے اور اس خیال سے کہ رکوع تو پہلے کرچکا ہُوں دوبارہ رکوع نہ کرے نماز باطل ہوجائیگی کہ فرض کے لیے جو فرض چھوڑا گیا وُہ جاتا رہا تھا اس پر فرض تھا کہ رکوع دوبارہ کرتا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی المبتغٰی لوسھا عن السورۃ فرکع یرفض الرکوع و یعود الی القیام ویقرأ اھ فی البحر انہ اذا عاد و قرأ السورۃ	المبتغٰی میں ہے اگر سُورت پڑھنا بھول گیا رکوع کرلیا تو رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف لوٹ آئے اور قرات کرے اھ بحر میں ہے جب لوٹ کر سُورت پڑھی تو سورت بطور

[72] فتح القدیر باب سجود السہو نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۵۷

صارت فرضاً فقد عاد من فرض الٰی فرض لان کل فرض طولہ یقع فرضاً[73] اھ ملتقطاً	فرض ادا ہوگی تو یہ ایک فرض سے دوسرے فرض کی طرف لوٹتا ہُوا کیونکہ ہر فرض کی طوالت بھی فرض میں شامل ہوئی ہے اھ ملتقطاً (ت)

ایک بار ختم کرکے دُوسری راتوں میں دوسرا ختم نئے لوگوں کو سنانا تو نہایت صاف امر ہے اگر بالفرض کوئی شخص آج اپنی تراویح پڑھ کر آج ہی رات اور لوگوں کی امامت تراویح میں کرے اور قرآن عظیم سنائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس قرآن سُننے کا ثواب نہ ہوگا۔ روایت مختارہ امام قاضی خاں پر تو ظاہر ہے کہ وہ متنفل محض کے پیچھے تراویح کی اقتداء بلا کراہت جائز مانتے ہیں، صرف امام کے حق میں کراہت کہتے ہیں اگر نیتِ امامت کرے ورنہ اس پر بھی کراہت نہیں، خانیہ میں فرمایا:

لوصلی العشاء والتراویح والوتر فی منزلہ ثم ام قوماً اٰخرین فی التراویح ونوی الامامۃ کرہ ولایکرہ للقوم، ولو لم ینوالامامۃ اولاو شرع فی الصلوٰۃ و اقتدی بہ الناس فی التراویح لم یکرہ لواحد منھما[74]۔	اگر کسی نے نماز عشاء، تراویح اور وتر گھر ادا کئے پھر تراویح میں لوگوں کی امامت کی نیّت سے تراویح کی امامت کی تو یہ مکروہ ہے لیکن قوم کے لیے یہ مکروہ نہیں ہے اور اگر اوّلاً اس نے امامت کی نیت نہ کی نماز میں شروع ہُوا تھا کہ لوگوں نے تراویح میں اقتدا کرلی تو اب کسی کے حق میں کراہت نہیں۔ (ت)

اور روایت مختارہ امام شمس الائمہ سرخسی پر اگرچہ یہ ناجائز ہے اور ان لوگوں کی تراویح نہ ہوں گی،

لان التراویح سنۃ مستقلۃ شرعت بوجہ مخصوص فلاتتأدی الابہ۔	کیونکہ نماز تراویح مستقل سنّت ہے جو وجہ مخصوص پر مشروع ہے تو یہ اسی وجہ مخصوص کے ساتھ ہی وُہ ادا ہوگی (ت)

اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

الامام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز۔[75]	ایک امام جو دو مساجد میں مکمل طور پر نمازِ تراویح پڑھائے تو یہ جائز نہیں ہے (ت)

[73] ردالمحتار باب سجود السہو داراحیاء التراث العربی ۱/۵۰۰

[74] فتاوٰی قاضیخان فصل فی نیۃ التراویح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱۱

[75] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۶

اسی میں جامع المضمرات شرح قدوری سے ہے: الفتوی علی ذٰلک[76] (فتوٰی اسی قول پر ہے۔) جوہرہ نیرہ میں ہے:

لو صلی امام التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال قال ابوبکر الاسکاف لایجوز وقال ابو نصر یجوز لاھل المسجدین واختار ابو اللیث قول الاسکاف وھو الصحیح[77]۔	اگر کوئی امام دو مساجد میں مکمل طور پر نماز تراویح پڑھائے تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا یہ جائز نہیں، اور شیخ ابونصر نے کہا دونوں مساجد والوں کے لئے جائز ہے، شیخ ابواللیث نے اسکاف کے قول کو اختیار کیا اور یہی صحیح ہے (ت)

نیز ہندیہ میں محیط سے ہے:

لوصلی التراویح مقتدیا بمن یصلی مکتوبۃ او وترا ونافلۃ الاصح انہ لایصح الاقتداء بہ لانہ مکروہ مخالف لعمل السلف[78]۔	اگر کسی نے نماز تراویح ایسے شخص کی اقتدا میں ادا کی جو فرض یا وتر یا نفل پڑھ رہا تھا تو یہ اقتداء درست نہیں کیونکہ یہ مکروہ اور عملِ اسلاف کے مخالف ہے (ت)

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نماز ہی نہ ہوگی، تراویح نہ ہونا اور بات ہے اور نماز نہ ہونا اور بات،

الاتری انہ انما علل بالکراھۃ ومخالفۃ الماثور وھما لاینفیان الاقتداء ولا یفسدان الصّلٰوۃ۔	آپ نے دیکھا نہیں کہ علت کراہت اور مخالفت ماثور کو قرار دیا گیا ہے اور یہ دونوں اقتداء کے منافی نہیں اور نہ ہی نماز کو فاسد کرتی ہے (ت)

تو وہ نماز اگرچہ تراویح نہیں یقینا نماز صحیح و نفل محض ہے اور نفل محض میں بھی استماعِ قرآن فرض ہے اور اس ادائے فرض پر ثواب نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو قرآن سننے کا ثواب یہاں بھی ہے ہاں روایت مفتی بہا پر اس صورت خاصہ میں یعنی جبکہ امام اپنی تراویح پڑھ کر اُسی رات اوروں کی امامت کرے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تراویح میں ختمِ قرآن کا انہیں ثواب نہ ملے گا کہ یہ تراویح نہیں، اور صورتِ اولٰی میں تو اس کی طرف بھی اصلا راہ نہیں کہ وہ نماز بلاشبہ تراویح اور وہ ختم ختم فی التراویح ہے، بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحہ صاحب

---

[76] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۶

[77] الجوہرۃ النیرہ باب قیام شہر رمضان مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۱۸

[78] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۷

لکھنوی کااتباع کیاہے۔ مولوی صاحب لکھنوی خزانۃ الروایات سے ناقل ہیں:

قال السغناقی، امام ختم فی التراویح مرۃ و ختم ثانیا بغیرھذاالقوم لایخرج ھذاالقوم الثانی عن السنیۃ لان الامام خرج السنیۃ فصارلہ نفلا فیدرکون ثواب صلٰوۃ النفل ولایدرکون ثواب صلٰوۃ التراویح[79]۔	شیخ سغناقی کہتے ہیں امام نے ایک مرتبہ تراویح میں قرآن ختم کیا تو دوسری قوم سنت کو ادا کرنے والی قرار نہیں پائے گی کیونکہ امام سنت ادا کرچکا تھا اب اس کے لئے وُہ نفل ہے، لوگ نماز نفل کا ثواب تو پائیں گے مگر تراویح کا ثواب نہیں پائیں گے (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا مبنی وہ قول ضعیف ہے کہ جب ختم قرآن ہو جائے توتراویح سنت نہیں رہتیں،

کمایفصح عنہ قولہ یدرکون ثواب صلٰوۃ النفل وقولہ ولایدرکون ثواب صلٰوۃ التراویح۔	جیسا کہ ان کا یہ قول واضح کررہاہے کہ وہ نماز نفل کاثواب پائیں گےاور یہ قول بھی کہ وہ تراویح کاثواب نہیں پائیں گے۔(ت)

اور یہ قول ضعیف وناماخوذ ہے اصح ومعتمد ومعمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہو جائے تراویح سارے ماہِ مبارک میں سنّتِ مؤکدہ ہیں،اسی پر جوہرہ میں جزم کیااور اسی کو سراج وہاج میں اصح کہا۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوحصل الختم لیلۃ التاسع عشراوالحادی و العشرین لایترك التراویح فی بقیۃ الشھر لانھاسنۃ کذافی الجوھرۃ النیرۃ الاصح انہ یکرہ لہ الترك کذا فی السراج الوھاج[80]۔	اگر قرآن انیسویں یااکیسویں کو ختم ہوگیاتو باقی ماہ میں تراویح کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہیں، جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔اصح یہ ہے کہ تراویح کاترک مکروہ ہے، جیسا کہ السراج الوہاج میں ہے۔

تواب اس سے عدول کااختیار نہ رہا۔ فتاوٰی خیریہ جلداول میں فرمایا:

انت علی علم بانہ بعد التنصیص علی اصحیتہ لایعدل عنہ الی غیرہ[81]۔	آپ باخبر ہیں کہ جب اس حکم کے اصح ہونے پر تصریح مل جائے تودوسرے قول کی طرف عدول نہیں کیاجائیگا(ت)

اسی کی جلدثانی میں فرمایا: حیث ثبت الاصح لایعدل عنہ[82] (جب اصح کا ثبوت ہوتو پھراس سے

[79] مجموعہ فتاوٰی بحوالہ خزانۃ الروایات کتاب الصلٰوۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۱۳۴
[80] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی التراویح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۸
[81] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۹
[82] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلح کتاب الطلاق ۲/ ۱۰۴

عدول نہ کیا جائے۔ت) خود مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا:

مفتی بہ و مختار متحققین آنست کہ تراویح سنّت علٰیحدہ است و ختم سنّت علٰیحدہ ہیچ ازیں ہر دو تابع دیگر نیست پس بعد ختم سنیت تراویح باقی خواہد ماند چنانکہ بود[83]۔	مفتی بہ اور مختار محققین کے ہاں یہ ہے کہ تراویح الگ سنّت اور ختم قرآن الگ سنّت ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں لہٰذا قرآن کے بعد سنیتِ تراویح اسی طرح قائم رہے گی جیسے کہ پہلے تھی۔(ت)

باوصف اس جاننے کے پھر مفتٰی بہ سے عدول ہر گز روا نہ تھا اور اس بچنے کے لئے مولوی لکھنوی صاحب کی یہ توجیہ کہ:

قول مفتی بہ پر۔اگرچہ تراویح از ذمہ مقتدیاں ساقط خواہد شد چہ درسنت تراویح امام و مقتدی ہر دو برابر اند لیکن در سقوط ختم اشکالیست چہ فقہادر باب اقتداء ضعف نماز امام را اگرچہ بہ یک رکن باشد مانع اقتداء می نویسند چنانچہ در درمختار وغیرہ مذکورست اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت و یتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لواقتداء فی الاولیین اوالقراءۃ لو اقتداء فی الأخریین[84]۔ انتھی دریں صورت باوجودیکہ امام و مقتدی ہر دو تحریمہ فرض بستہ ، سبب ضعف یک جز از اجزاء نماز امام حکم بفساد اقتداء دادہ شد پس بناءً علیہ در صورت سوال ہم حکم بعدم سقوط ختم از مقتدیان دادہ خواہد شد و ہمیں امر از عبارت	قول مفتی بہ پر اگرچہ تراویح مقتدیوں کے ذمّہ سے ساقط ہوجائیں گی کیونکہ سنت تراویح میں امام اور مقتدی دونوں برابر ہیں لیکن ختم کے سقوط میں اختلاف ہے کیونکہ فقہااقتداء کے باب میں نماز امام کے ضعف کو اگرچہ وُہ ایک رکن میں ہو مانع اقتداء قرار دیتے ہیں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے ، مسافر کی اقتداء مقیم کے ساتھ وقتی نماز میں صحیح ہے اور وہ ادا بھی چار رکعت کرے لیکن بعد میں تبدیلی آجاتی ہے لہٰذا اقتدادرست نہیں ہوگی کیونکہ اب اگر پہلی دو رکعات میں اقتدا کرے گا تو قعدہ کے اعتبار سے فرض ادا کرنے والے کی متنفل کی اقتدا لازم آئے گی اور اگر آخری دو رکعات میں اقتداء کرے تو قرأت کے اعتبار سے یہی خرابی لازم آئیگی انتہٰی، حالانکہ اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں نے فرض کی تکبیر تحریمہ کہی لیکن نمازِ امام کے ایک جُزکے ضعف کی وجہ سے فسادِ اقتداء کا حکم جاری ہوگیا۔اس

[83] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصّلٰوۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۱۳۴

[84] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصّلٰوۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۱۳۵

سغناقی مفہوم شود ہر گاہ درباب سقوط ختم وعدم سقوط آں اختلافے واقع شد پس امام را لازم کہ ختم ثانی رامع تراویح برخود نذر کردہ گیر دو گوید للّٰہ ان اختم القراٰن فی صلوٰۃ التراویح تاختم او واجب شود واقتدائے مقتدیان درست شود چنانچہ درخزانۃ الروایۃ تفصیل آں مذکورست **واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفا عنہ**[85]۔	پر بناء کرتے ہوئے سوال مذکور کے جواب میں یہی حکم ہوگا کہ مقتدیوں کے ذمّہ سے ختم قرآن ساقط نہیں ہوگا، اور عبارت سغناقی سے یہی بات مفہوم ہورہی ہے لہٰذا جہاں بھی سقوط وعدم سقوط ختم میں اختلاف ہوجائے وہاں امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ تراویح میں دوسرے ختم کی نذر مانتے ہوئے کہے کہ مجھ پر اللہ کی رضا کی خاطر نماز تراویح میں ختمِ قرآن لازم تاکہ اس پر ختم قرآن واجب ہوجائے اور مقتدیوں کی اقتداء بھی درست ہوجائے، جیسا کہ خزانۃ الروایۃ میں اس کی تفصیل ہے **واللہ اعلم المحرر محمد عبدالحی عفا عنہ (ت)**

انصافاً شطرنج میں اضافہ بغلہ سے بہتر **اوّلاً** سُنن ونوافل میں اضعفیت مانع صحتِ بنا، نہیں ہوسکتی ورنہ جس طرح عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہوسکتی یونہی کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز نہ ہوسکے کہ وُہ سنیت میں مقتدیوں سے اضعف ہے۔

ثانیاً یہ مان کر کہ مقتدیوں کے ذمّہ سے تراویح ساقط ہوجائیگی پھر یہ فرمانا کہ امام پر نذر ماننا لازم کہ اقتدائے مقتدیان درست ہو صریح تناقض ہے۔

ثالثاً عبارت سغناقی کا ہرگز یہ مفاد نہیں کہ باوصف صحت تراویح صرف اس بناپر کہ امام ایک بار ختم کرچکا ہے مقتدیوں کے ذمّہ سے ختم ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کا مبنٰی صراحۃً وہی تھا کہ تراویح ختم کے لیے تھیں جب ختم ہوچکا تراویح بھی ختم ہوگئیں تو امام نفل محض پڑھ رہا ہے اور متنفل کے پیچھے تراویح ادا نہیں ہوتیں، ولہٰذا تصریح کی کہ ثوابِ نفل پائیں گے ثواب تراویح نہ پائیں گے، یہ مفاد اُس مفاد کے صریح مضاد ہے نہ کہ باہم اتحاد۔

رابعاً شروع سے معلوم ہے کہ جماعت نفل بہ تداعی مشروع نہیں اور تراویح باجماعت وارد ہوئیں تو وجہ متوارث ماثور پر مقتصر ہوں گی اور وہ یونہی ہے کہ امام مقتدی سب نیتِ تراویح کرتے یہاں اضعف واقوی کو دخل نہیں، ولہٰذا اوپر تصحیح گزری کہ تراویح جس طرح متنفل کے پیچھے ساقط نہ ہونگی یُونہی مفترض کے پیچھے بھی ادانہ ہوں گی حالانکہ مفترض یقیناً اعظم قوت پر ہے توجب تک دلیل صریح سے ثبوت نہ دیا جائے

[85] مجموعہ فتاوی درینکہ بعدیک ختم قرآن آیا سنت تراویح الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۵۲-۲۵۱

کہ امام کا ایک بار ختم کئے ہوئے ہونا بھی ماثور ومتوارث کے خلاف ہے اس پر اس کا قیاس محض بے معنی ہے بالجملہ متنفل کے پیچھے تراویح نہ ہونا تو ضرور منقول بلکہ اس پر فتوائے فحول، اور ایک بار ختم قرآن پڑھ لینے کے باعث حافظ کا امامت دیگراں سے معزول ہونا کہیں منقول نہیں اور آپ کی اپنی رائے سے بے نقل صحیح حجت ومقبول نہیں۔

خامسًا بلکہ امر بالعکس ہے خود اسی خزانۃ الروایات میں کنز الفتاوٰی سے منقول:

رجل ام قوما فی التراویح وختم فیھا ثم ام قوم اٰخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولھم ثواب الختم [86]۔	کسی نے تراویح میں امامت کرتے ہوئے قرآن ختم کیا پھر دوسرے لوگوں کی امامت کی تو اب امام کے لیے ثوابِ فضیلت اور لوگوں کے لیے ختم کا ثواب ہوگا (ت)

یہ صریح جزئیہ ہے اور آپ کے خیال کا صاف رَد اور قاضی گجراتی کا ارشاد کہ ھذا الکتاب غیر مشھور بین العلماء فلا وثوق بہ (یہ کتاب علماء کے درمیان مشہور نہیں لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ت) مسلم نہیں، صاحبِ کنز الفتاوٰی امام احمد بن محمد بن ابی بکر حنفی مصنف مجمع الفتاوٰی وخزانۃ الفتاوٰی ہیں کشف الظنون میں انہیں بلفظ شیخ وامام وصف کیا:

حیث قال کنز الفتاوی للشیخ الامام احمد بن محمد صاحب مجمع الفتاوی الحنفی [87]۔	ان کے الفاظ یہ ہیں کنز الفتاوٰی، شیخ امام احمد بن محمد حنفی صاحب مجمع الفتاوٰی کی کتاب ہے (ت)

سادسًا ہم عنقریب واضح کرتے ہیں کہ نذر سے بھی عقدہ کشائی نہ ہوگی امثال فاضل لکھنوی سے **قال ابو حنیفۃ والحق کذا** (امام ابو حنیفہ نے اسی طرح فرمایا ہے مگر حق یہ ہے۔ت) فرمانے والے ہیں، مصنف خزانۃ الروایۃ ایک متاخر ہندی قاضی جگن گجراتی کی ایسی تقلید سخت عجیب وبعید

ولکن اللہ یفعل ما یرید والحمد للہ علی اراءۃ السبیل السدید واللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔	اللہ اپنے ارادے کے مطابق کرتا ہے اور صحیح رہنمائی فرمانے پر اللہ تعالٰی ہی کی حمد وثنا ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے جس کی ذات نہایت ہی مقدس وبالا ہے (ت)

بست وسوم اگر وہ مسئلہ وتعلیل قبول کرلیے جائیں تو حافظ مذکور اگر نذر بھی مان لے کہ میں تراویح

---

[86] خزانۃ الروایات

[87] کشف الظنون باب الکاف منشورات مکتبۃ المثنی بغداد ۲/ ۱۵۱۸

مع جماعت وختم قرآن ادا کروں گا ثواب بھی کار برآری مسلم نہیں کہ مقتدیوں پر وجوب اصلی تھا اور نذر کا وجوب عارضی ہے اور وہ وجوب اصلی سے ، اضعف ہے، تو اضعف پر اقوی کی بناء صحیح نہیں۔ فتح اللہ المعین پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے:

بناء القوی علی الضعیف انما یمنع اذا کانت القوۃ ذاتیۃ فلو عرضت بالنذر کما ھنا فلا ومن ھنا قال فی شرح المنیۃ النذر کالنفل[88]۔	قوی کی بناء ضعیف پر تب منع ہے جب قوت ذاتی ہو، اگر نذر کی وجہ سے عارضی ہو جیسا کہ یہاں ہے تو پھر مانع نہیں۔ اسی مقام پر شرح منیہ میں ہے کہ نذر نفل کی طرح ہوتی ہے (ت)

اور ضعیف بھی مانئے تو سبب وجوب مختلف ہیں جب بھی بناء صحیح نہ ہوئی جیسے ناذر ناذر کی اقتداء نہیں کرسکتا بلکہ ناذر مفترض کی اقتداء نہیں کرسکتا حالانکہ فرض اقوی ہے تو سبب وہی کہ سبب جُدا ہے۔ درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء ناذر بمفترض ولا بناذر لان کلّا منھما کمفترض فرضا اٰخر الا اذا نذر احدھما عین منذور الاخر للاتحاد[89] اھ۔	نذر ماننے والے کے لیے فرض ادا کرنے والے اور نذر ادا کرنے والے کی اقتداء صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں الگ الگ فرائض ادا کر رہے ہیں البتہ اس صورت میں جائز ہوگی جب دونوں کی نذر ایک ہو کیونکہ اس صورت میں اتحاد حاصل ہوگا اھ (ت)

مولوی صاحب نے یہاں بھی فاضل لکھنوی کا اتباع کیا اور فاضل لکھنوی نے حسب حوالہ خود قاضی جگن ہندی کا، **والحق احق ان یتبع** (جبکہ حق ہی اتباع کے لائق تر ہے۔ت)

بست وچہارم تحقیق یہ ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے اور تراویح تنہا وہ تو جماعتِ وتر میں شریک ہوسکتا ہے، اور جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں اگرچہ تراویح جماعت سے پڑھی ہوں وہ وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہوسکتا **وقد حققناہ فی فتاوٰنا بما یکفی ویشفی** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس پر تسلی بخش گفتگو کی ہے۔ت)

---

[88] ردالمحتار باب الوتر والنوافل داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۷۶، طحطاوی علی الدرالمحتار باب الوتر والنوافل دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۹۷

[89] درمختار باب الامامۃ مجتبائی دہلی ۱/۸۴

در مختار میں ہے:

لولم یصل التراویح بالامام یصلی الوتر معه[90]۔	اگر کسی نے تراویح امام کے ساتھ ادا نہیں کی تو وتر امام کے ساتھ ادا کرسکتا ہے(ت)

جامع الرموز میں ہے:

لکنه اذالم یصل الفرض معه لایتبعه فی الوتر[91]۔	اگر فرض امام کے ساتھ ادا نہ کیے ہوں تو پھر وتر میں امام کی اتباع نہ کرے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

امالوصلاھا جماعة مع غیره ثم صلی الوتر معه لا کراھة[92]۔	اگر فرض کسی اور کی اقتداء میں ادا کیے پھر وتر دوسرے امام کے ساتھ پڑھے تواب کراہت نہ ہوگی(ت)

مولوی عبدالحہ صاحب لکھنوی نے بھی فقہائے کرام سے اس کی ممانعت ہی نقل کی اگرچہ صرف اس بناپر کہ اس کی وجہ اپنی سمجھ میں نہ آئی، اپنی خاص رائے مخالف بتائی، اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں:

درقنیہ از عین الائمہ ودر تاتارخانیہ از علی بن احمد رحمہ اللہ تعالٰی مرقوم کہ ہر کہ فرض باجماعت ادانہ کردہ باشد وتر ہم بجماعت ادانہ سازد وہمچنیں در غنیہ وغیرہا مذکور ست لیکن کدامی وجہ قوی معتدبہ عدمِ جوازِ معلوم نمی شود حق جواز معلوم مے شود انتھی[93]۔	قنیہ میں عین الائمہ سے اور تاتارخانیہ میں علی بن احمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جو شخص فرض جماعت کے ساتھ ادانہ کرے وُہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ اور اسی طرح غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس کے عدمِ جواز پر قوی ومعتدبہ وجہ معلوم نہیں ہوسکی جواز حق معلوم ہوتا ہے انتھی(ت)

امام عین الائمہ کرابیسی وامام علی بن احمد وقنیہ وغنیہ و جامع الرموز و ردالمحتار کے نصوص صریحہ کے مقابل صرف آپ کی "معلوم نمی شود" (معلوم نہیں ہوسکی۔ت) پر عمل کی کوئی وجہ نہیں، کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ت)

[90] در مختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۹۹/۱
[91] جامع الرموز فصل فی الوتر والنوافل مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۱۶/۱
[92] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مبحث صلوٰۃ التراویح داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷۶/۱
[93] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصلوٰۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۶/۱-۱۳۵

بست وپنجم بارہ برس سے کم عمر تخصیص نہیں بلکہ صحیح ومختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو، امامتِ بالغین کے لیے بلوغ شرط ہے خواہ یہ ظہور آثار مثل احتلام وانزال خواہ بتمامی پانزدہ سال۔ درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء رجل بصبی مطلقا ولا فی نفل علی الاصح[94]۔	بالغ مرد کی اقتداء بچّے کے پیچھے مطلقًا اگرچہ نفل نماز میں ہو اصح مذہب پر درست نہیں ہے(ت)

بست وششم آیتِ سجدہ کہ نماز میں تلاوت کی جائے سجدہ فورًا واجب ہے، اگر تین آیت کی تاخیر کی گنہ گار ہوگا، پھر اگر عمدًا سجدہ نہ کیا نہ معًا رکوع کیا کہ سجدہ تلاوت رکوع سے ادا ہوجاتا تو اس کی اصلاح سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی کہ وُہ سجدہ سہو ہے کہ نہ سجدہ عمد، اور اگر سجدہ تلاوت کرنا بھُول گیا اور حُرمتِ نماز سے باہر نکل گیا تو اب بھی سجدہ سہو نہیں ہوسکتا کہ حرمت سے خروج جیسا کہ مانع سجدہ تلاوت ہے یوں ہی مانع سجدہ سہو، ہاں اگر حرمت نماز میں باقی ہے کلام نہ کیا اُٹھ کر چلا نہ گیا اور یاد آیا تو سجدہ تلاوت نماز میں کیا مگر سہوًا بتاخیر مثلًا دوسری رکعت میں یاد آیا کہ سجدہ تلاوت چاہئے تھا اور اب ادا کیا جب بھی سجدہ سہو کا حکم ہے اگرچہ سجدہ تلاوت نماز میں ادا ہوگیا، درمختار میں ہے:

ھی علی التراخی ان لم تکن صلویۃ فعلی الفور لصیر ورتھا جزأ منھا ویأثم بتاخیرھا ویقضیھا مادامہ فی حرمۃ الصّلٰوۃ ولو بعد السلام، فتح[95]۔	سجدہ تلاوت لازم ہوتا ہے تراخی کے طور بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز میں لازم نہ ہوا کیونکہ اگر نماز میں لازم ہوا تو فی الفور نماز کے اندر کرنا ہی ضروری ہے کیونکہ اب وہ نماز کی جُز بن گیا ہے لہٰذا اس کی تاخیر سے گنہ گار ہوگا اور اس کی قضا بجالاسکتا ہے جب تک وُہ حرمتِ نماز کے اندر ہے اگرچہ سلام کے بعد ہو، فتح۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ولو بعد السلام ای ناسیا مادام فی المسجد[96]۔	قولہ سلام کے بعد الخ یعنی بھُول جانے والا شخص جب تک مسجد میں ہے سجدہ ادا کرسکتا ہے(ت)

---

[94] درمختار کتاب الصلوٰۃ مجتبائی دہلی ۱/۸۴

[95] درمختار باب سجود التلاوۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۵

[96] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱۸

اسی میں ہے:

لو اخر التلاوية عن موضعها فان عليه سجود السهو كما في الخلاصة جازما، بانه لااعتماد على مايخالفه وصححه في الولو الجية[97]۔	اگر نماز میں سجدہ تلاوت مؤخر کر دیا تو اس کی وجہ سے سجدہ سہو آئے گا جیساکہ خلاصہ میں بطور جزم بیان ہے یعنی اس کے مخالف قول پر اعتماد نہیں کیا جائیگا، ولوالجیہ نے بھی اس قول کی تصحیح کی ہے۔(ت)

ایضًا در مختار میں ہے:

سجود السهو يجب بترك واجب سهوا فلا سجود في العمود قيل الافي اربع[98]۔	بھول کر ترک واجب میں سجدہ سہو ہوتا ہے لہٰذا قصداً ترک میں سجدہ سہو نہیں ہوگا، بعض کی رائے میں صرف چار مقامات پر عمداً ترک واجب میں سجدہ سہولازم ہو جاتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اشار الى ضعفه تبعا لنور الايضاح لمخالفته للمشهور وقد رده العلامة قاسم بانه لايعلم له اصل في الرواية ولاوجه في الدراية[99]۔	نورالایضاح کی اتباع کرتے ہُوئے انہوں نے اس کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا ہے کیونکہ یہ قول مشہور کے خلاف ہے، اور علّامہ قاسم نے اس کی یُوں تردید کی ہے کہ اس قول کی روایت میں کوئی اصل معلوم نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی عقل دلیل موجود ہے (ت)

بست وہفتم در بارہ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل و نامعتبر **وحققناه في فتاؤنا بما لامزيد عليه** (ہم نے اس کی اپنے فتاوٰی میں خوب تفصیل بیان کی ہے جس پر اضافہ دشوار۔ت) نامعتبر شرعی کا درجہ اعتبار کو پہنچا کیونکر، یہاں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی نے باآنکہ جابجا خود بے اعتبارِ تار کی تصریح کی، جلد اول ص ۵۲۳ اس باب (یعنی رؤیت ہلال) میں صرف خبر، تار یا تحریر خطی کافی نہیں جب تک کہ بطور **کتاب القاضی الی القاضی** (قاضی کا دوسرے قاضی کی طرف لکھنا۔ت) کی تحریر نہ پہنچے، **قاعدہ الخط یشبہ الخط** (تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔ت) کا مشہور ہے[100]۔ ایضًا صفحہ ۵۴۰ بحسبِ ضوابط فقیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ در باب

---

[97] ردالمحتار باب سجود السہو دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۹۷

[98] در مختار باب سجود السہو مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

[99] ردالمحتار باب سجود السہو دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۹۷

[100] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/۲۷۲

حکم صوم وافطار معتبر نہیں[101]۔ صفحہ ۱۰۶ پر یہ لکھا:

واقعی در باب رؤیتِ ہلال شہرتِ اخبار معتبر ست اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گزشتہ در آنجا رؤیت شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شدہ تا وقتیکہ شہرت آں نہ شود از تحریرات کثیرہ واخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نباید ساخت[102]۔	رؤیتِ ہلال کے بارے میں خبروں کی شہرت معتبر ہے، اگر کسی شہر سے یہ خبر آئے کہ گزشتہ رات اس جگہ چاند دیکھا گیا ہے یا تار کے ذریعے یہ خبر معلوم ہو تو جب تک کثیر تحریروں اور متعدد خبروں کے ذریعے یہ خبر شہرت حاصل نہ کرے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔(ت)

اس کی شہرت ہو جانے سے یہ تو مراد نہیں ہو سکتی کہ جب اس شہر میں خبر مشہور ہو گئی کہ فلاں جگہ سے تار آیا ہے تو اب وہی تار جس کی خبر شرعًا ناکافی اور بحسبِ ضوابط فقیہ نا معتبر تھی معتبر ہو جائیگا اسے تو کوئی عاقل گمان نہ کرے گا ورنہ کسی فاسق، فاجر، شراب خور، زناکار کی خبر شہر میں اُڑ جائے کہ وُہ اپنا چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو چاہئے کہ معتبر ہو جائے، حالانکہ تار اُس سے بھی زیادہ بے اعتبار، کہ فاسق اہلِ شہادت ہے ولہٰذا اگر حاکمِ شرع اس کی شہادت قبول کرلے حکم صحیح ہو جائے گا اگرچہ حاکم آثم ہو **نص علیہ فی الفتح والبحر ودروغیرہ من الاسفار الغر** (فتح، بحر، درر وغیرہ دیگر مشہور کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اور تار اصلًا اہلیت شہادت نہیں رکھتا، ہاں شاید یہ مراد ہو کہ جب اُس شہر سے متعدد تار آئیں تو اعتبار کیا جائے گا اور یہ اُس استفاضہ و شہرت میں داخل ہوگا جسے فقہائے کرام نے دربارہ رؤیت ہلال معتبر رکھا ہے مگر خیال نہ کیا کہ یہ تعدد ہوگا تو مروی عنہ میں نہ راوی میں کہ یہاں بھی تار بابو اُن سب تاروں کا ناقل ہوگا حالانکہ اُن میں اکثر کفار ہوتے ہیں تو یہ استفاضہ مخترعہ اُس سے بھی بدتر ہوگا کہ ایک فاسق فاجر سر بازار پکارتا پھرے کہ فلاں شہر میں لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا ہے کیا اسے استفاضہ کہیں گے حاشا وکلّا، اور جہاں تار گھر متعدد بھی ہوں اور فرض کریں کہ ہر آفس میں اُس شہر سے خبر آئی تو کیا چند کافر یا فاسق یا مجہول آکر کہہ دیں کہ فلاں جگہ کے فلاں فلاں سُکّان نے ہم سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا تو یہ حکایت محضہ تاحدِ استفاضہ پہنچے گی، **استغفر اللہ** تار والا تو بے چارہ اتنی بات کا بھی گواہ نہیں اُس نے تو تار میں ایک حرکت پائی اور اس سے کچھ حروف مصطلحہ سمجھے جو نہایت جلدی میں کمال بے جزمی کے ساتھ ایک کاغذ پر لے کر چپراسی کے حوالے کئے، حرکت دینے والے بھی خود رؤیت ہلال

---

[101] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۲۷۳

[102] مجموعہ فتاوٰی کتاب الصوم مطبع یوسفی لکھنؤ ۱/ ۲۶۴

والے نہ تھے وُہ وہاں کے بنگالی بابُو یا ہندو یا نصاری وغیرہم تھے، اُن کے پاس چاند دیکھنے والے خود نہ آئے، ایک پرچے پر لکھ کر یا خود انگریزی نہ جانی تو کسی ہندو وغیرہ کفار سے انگریزی کراکر کسی نوکر چاکر یا راہ چلتے کے ہاتھ تار آفس میں بھیج دی وہ وہاں کا بابو یہاں بھیج دے گا اس کی بلا کو بھی غرض نہیں کہ جس کے نام سے تار جاتا ہے خود وُہ بھیجتا بھی ہے یا کسی نے محض جُھوٹ اس کی طرف سے تار دلوایا ہے ایسے نفیس سلسلے کی خبر اگر شرع معتبر کرے تو قیامت ہے، یہ توتار کے مہملات ہیں، زبانوں کی کہی ہُوئی خود ہمارے آگے مسلمانوں کی ادا کی ہُوئی ہزار افواہ بازار ہرگز استفاضہ شرعیہ نہیں جب تک پایہ ثبوت و تحقیق کو نہ پہنچیں پھر متعدد تاروں سے سوا اس کے کہ گورنمنٹ کے خزانے میں چند روپے داخل ہوگئے، اور کیا نتیجہ! یہاں جو استفاضہ شرع نے معتبر فرمایا اس کے معنی معلوم کیجئے، ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلك البلدة جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلك البلدة انھم صاموا من رؤیة لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کماقد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدة ولایعلم من اشاعھا فمثل ھذا لا ینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت به حکم اھ قلت وھو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع[103]۔	شیخ رحمتی کہتے ہیں کہ استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر کوئی یہ اطلاع دے کہ انہوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی افواہ سے نہیں کہ جس کے پھیلانے والا معلوم نہ ہو جیسا کہ بہت سے باتیں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، تو ایسی بات سُننا مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم شرعی ثابت کیا جائے اھ قلت یہ کلام بہت ہی خوب ہے، ذخیرہ کے ان الفاظ میں بھی یہی بات ہے کہ جب مشہور و متحقق ہوجائے تب لازم ہوگا کیونکہ ثبوت و تحقق محض افواہ سے نہیں ہوگا۔ (ت)

دیکھئے استفاضہ اس کا نام ہے کہ اُس شہر سے متعدد جماعات آئیں اور سب یک زبان خبر دیں کہ وہاں رؤیت ہُوئی اور روزہ چاند دیکھ کر رکھا، بے تحقیق خبریں جن کی سند معلوم نہیں اگرچہ تمام اہلِ شہر کی زبان پر ہوں، کان رکھنے کے قابل نہیں ہوتیں، نہ کہ اُن سے کسی حکم شرعی کا اثبات، انصاف کیجئے توتار کی یہی حالت ہے شہر والے ہرگز یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہُوئی، تار کے فارم کس نے لکھے،

[103] ردالمحتار کتاب الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۲

تار بابُو کو فارم دینے کون گیا، وہاں کا تار بابو کون تھا، یہاں کون ہے چپراسی کہ دے گیا کون تھا تو وہی رہا کہ **لایعلم من اشاعھا** (اسے مشہور کرنے والے کا علم نہیں۔ت) اور استفاض لغوی کے ساتھ تحقق متحقق نہ ہُوا کہ استفاضہ شرعی ہوتا، اور یہیں سے ظاہر کہ انتظام زمانہ حال جس پر مولوی لکھنوی صاحب نے اعتماد واتکال کیا یہاں کچھ بھی بکار آمد نہیں، انتظام اس کا ہے کہ تار جو دیا جائے اپنی تین مقررہ میعادوں پر بھیج دیا جائے گا اس میں فرق نہ آئے گا مکتوب الیہ ملا تو اسے پہنچا دیا جائے گا، آفس کی غلطی سے نہ پہنچا تو محصول اتنی مدّت تک واپس دیا جائے گا، یہ انتظام اصلاً نہیں کہ تار دینے جو آئے اس کی شناخت لی جائے کہ آیا وہی ہے یا دوسرا شخص غلط سلط اُس کے نام سے دیتا ہے، نہ اس کا انتظام ہے کہ فارم لکھنے والے نے کلام قائل کا صحیح ترجمہ کیا ہے یا اُس نے کچھ کہا اور یہ تار کے تنگ لفظوں میں اُسے ادا نہ کرسکا، یا محصول کے بچاؤ کو مطلب ناقص رہ گیا، نہ اسکا انتظام ہے کہ تار دینے، لینے، پہنچانے والے عادل، ثقہ، متقی ہونا درکنار، مسلمان ہی ہوں، پھر انتظام مذکور نے کیا کام دیا، باقی تفصیل فتاوائے فقیر میں ملاحظہ ہو اور ان تمام خرابیوں سے قطع نظر کیجئے تو قبول استفاضہ جس امر پر مبنی تھا یہاں عامہ بلاد میں سرے سے وہ مبنٰی ہی مفقود ہے، مبنٰی یہ تھا کہ استفاضہ سے اُس شہر میں روزہ ہونا بالیقین ثابت ہوگا اور شہر عادۃً حاکمِ شہرع سے خالی نہیں ہوتا اور روزہ وعید حکمِ حاکمِ اسلام ہی سے ہوا کرتے ہیں تو اس استفاضہ سے معلوم ہوگا اُس شہر میں حاکمِ شرع نے حکم دیا اور اس کا حکم حجتِ شرعیہ ہے لہٰذا مقبول ہوگا جیسے دو گواہ عادل گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں حاکمِ شرع کے یہاں شہادتیں گزریں اور اس نے حکم دیا۔ ردالمحتار میں ہے:

الاستفاضة لما کانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلك البلدة صاموا یوم کذالزم العمل بھا لان البلدة لا تخلو عن حاکم شرعی عادہ فلا بد من ان یکون صومھم مبنیا علی حکم حاکمھم الشرعی فکانت تلك الاستفاضة بمعنی نقل الحکم المذکور[104]۔	جب استفاضہ خبرِ متواتر کی طرح ہے اور اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اس شہر کے لوگوں نے فلاں دن روزہ رکھا ہے تو اس پر عمل ہوگا کیونکہ عادۃً شہر حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں لامحالہ ان کا روزہ ان کے حاکم شرعی کے فیصلے پر مبنی ہوگا تو اب استفاضہ بمعنی حکم مذکور کا نقل کرنا ہوگا۔(ت)

[104] ردالمحتار کتاب الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۴

یہاں عامہ بلاد میں نہ حاکم شرعی نہ لوگ پابندِ احکامِ شرعیہ، پھر استفاضہ ہُوا بھی تو کیا وحسبنا اللہ ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ۔

بست وہشتم مسئلہ اختلافِ مطالع کی تحقیق اعلٰی وجہ انیق پر بحمد اللہ تعالٰی بیان ہوچکی جس سے روشن کہ وہ اصلاً کبھی کسی ہلال میں معتبر ہونے کے قابل نہیں۔ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ارشاد:

انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب، الشھر ھکذا وھکذا وھکذا[105] الحدیث۔	ہم اُمّی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب جانتے ہیں ہم ماہ کو یُوں یُوں شمار کرتے ہیں الحدیث (ت)

مطلقاً اس کے ابطال واہمال کو کافی ووافی، کہ اس کی بناہر مہینے میں انہیں حسابات غیر مضبوط پر ہے جن کو شرع مطہر یکسر **ساقط النظر** فرما چکی، مگر در بارہ ہلال اضحٰی علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو براہِ بشریت ایک اشتباہ واقع ہُوا اور انہیں گمان گزرا یہاں اس کا اعتبار چاہئے وُہ خود بھی اسے مسئلہ مذہب نہیں بتاتے صرف اپنی ایک رائے کہتے اور تصریح فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے کسی کتاب میں نہ دیکھا اور اس کی بناء دو۲ بلکہ ایک ہی امر پر کرتے ہیں اگر وُہ اپنے اس خیال کا منشا ظاہر نہ فرماتے تو شبہ رہتا کہ شاید یہاں کوئی دقیقہ ہو مگر **الحمد للہ** کہ ان کے بیان نے امر واضح کردیا اُن دونوں امر میں علامہ شامی کی رائے سامی سے لغزش ہوئی ہے تو ان کے اتباع کی طرف ہرگز سبیل نہیں۔

امر اوّل یہ فرمایا کہ اختلاف مطالع صوم میں تو اس لیے نامعتبر ہُوا تھا کہ حدیث نے اُسے **مطلق** رؤیت سے **متعلق** فرمایا تھا جب کہیں چاند دیکھا گیا رؤیت ہو گئی، بخلاف اضحیہ کہ اس کا ویسا **تعلق** وارد نہیں۔

امر دوم یہ کہ کلام علما سے کتاب الحج میں مفہوم ہوتا ہے دربارہ حج اختلاف مطالع معتبر ہے تو اگر بعد وقوف گواہ گزریں کہ آج دسویں تھی قبول نہ کی جائے گی۔ ردالمحتار میں فرمایا:

لایعتبر اختلافھا بل یجب العمل بالاسبق رؤیۃ وھو المعتمد عندنا و عند المالکیۃ والحنابلۃ لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرؤیۃ فی حدیث صوموا لرؤیتہ[106]۔	اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ پہلے چاند کی رؤیت پر عمل واجب ہوگا اور یہی ہمارے (احناف)، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں معتمد ہے کیونکہ حدیث پاک "صوموا لرؤیتہ" ۔(چاند دیکھنے پر روزہ رکھو) میں خطاب مطلق رؤیت کو شامل ہے۔ (ت)

[105] سُنن ابی داؤد کتاب الصّیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۷

[106] ردالمحتار مطلب فی اختلاف المطالع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۶

تنبیہ: یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لوظھر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم وھل یقال کذٰلك فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلٰوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم[107]۔	**تنبیہ:** کتب الحج میں کلامِ علماء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حج میں اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے کیونکہ اگر واضح ہوجائے کہ کسی دوسرے شہر میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا تھا تو اب حجاج پر کوئی شَے بھی لازم نہ ہوگی، اور کیا قربانی کے بارے میں غیر حجاج کے حق میں بھی یہی کہا جائے گا؟ اس بارے میں حکم میری نظر سے نہیں گزرا، ظاہر یہی ہے (کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار ہوگا) کیونکہ صوم میں اختلافِ مطالع کا اعتبار اس لیے نہیں کہ حدیث مبارک میں روزہ کا تعلق مطلق رؤیت سے ہے. بخلافِ قربانی کے کہ اس میں ظاہر یہی ہے کہ یہ اوقات نماز کی طرح ہے ہر قوم پر اپنے اوقات کے مطابق عمل لازم ہوگا۔ (ت)

اقول: دونوں صحیح نہیں، الحمدللہ دربارہ اضحیہ بھی ویسی ہی حدیث وارد ہے جیسی صوم وافطار میں تھی شرع نے اُسے بھی مطلق رؤیت سے ویسا ہی متعلق فرمایا ہے جیساان دونوں کو سنن ابی داؤد شریف میں امیرِ مکّہ حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال عھد الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننسك للرؤیۃ فان لم نرہ وشھد شاھدا عدل نسکنا بشھادتھما[108]۔	ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وصیّت فرمائی کہ رؤیت پر قربانی کریں پھر اگر ہمیں رؤیت نہ ہو اور دو ۲ گواہ عادل گواہی دیں تو ان کی گواہی سے قربانی کرلیں۔

امام دارقطنی نے فرمایا: **ھذا اسناد متصل صحیح**[109] (اس کی سند متصل اور صحیح ہے۔ت)۔ اور حج میں ردِ شہادت نہ بربنائے اعتبار اختلاف ہے ورنہ مہینہ بھر سے فاصلہ کی رؤیت گواہ بیان کریں تو مقبول ہو، حالانکہ علماء مطلقاً رد فرماتے ہیں بلکہ اس کی وجہ دفع حرج ہے جیساکہ لباب وشرح لباب میں تصریح ہے یعنی ہزارہا کوس کے فاصلوں سے تمام اقطار واطرافِ زمین سے لاکھوں بندہ خدا حج کے لیے

---

[107] ردالمحتار مطلب فی اختلاف المطالع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۲

[108] سنن ابی ابوداؤد کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۱۹

[109] دارقطنی باب الشادات علی رؤیت الہلال حدیث نمبر ۱ نشرالسنۃ ملتان ۲/ ۱۶۷

حاضر ہوئے اب کہ وقت گزر گیا گواہ گواہی دینے آئے کہ تم نے دسویں کو وقوفِ عرفہ کیا تمہارا حج نہ ہوا، کتنا بڑا حرج عظیم ہے، لاکھوں بندوں کے کروڑوں روپے کا خرچ اور جانوں کی مشقتیں سب برباد گئیں، اب یا تو سال بھر اور یہ تمام لشکر ہائے عظیم الشان مکہ معظّمہ میں پڑے رہیں کہ نہ انہیں روٹی نصیب ہو نہ اہل مکہ کے لیے دانہ بچے یا حکم دیا جائے کہ سب اپنے وطنوں کو واپس جاکر ویسے ہی کروڑوں کے خرچ اور جانوں کی مشقت سے پھر سال آئندہ حاضر ہوں ان دونوں آفتوں سے اُن دونوں گواہوں کی تغلیط آسان تر ہے۔

وقد قال اللہ تعالٰی وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ [110]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے: اللہ نے تم پر دین میں تنگی نہیں فرمائی۔ (ت)

ولہذا وہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر وقت ہنوز باقی اور تدراک ممکن ہے گواہی مقبول ہوگی پھر اعتبار اختلافِ مطالع کدھر رہا۔ درمختار میں ہے:

شہدوا بعد الوقوف، بوقوفہم بعد وقتہ لا تقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشہود للحرج الشدید وقبلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن التدارك لیلا مع اکثرھم والالا [111]۔	اگر وقوفِ عرفات کے بعد گواہوں نے گواہی دی کہ حاجیوں کا وقوف وقت کے بعد ہوا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور استحساناً حاجیوں کا وقوف صحیح ہوگا ورنہ حرج شدید لازم آئے گا، اور اگر گواہوں نے گواہی وقوف سے پہلے دی تو گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ رات کو اکثر لوگوں کے ساتھ تدارک ہوسکے ورنہ نہیں (ت)

خود اسی ردالمحتار میں ہے:

لو شہدوا بعد الوقوف قبل وقتہ قبلت شہادتہم بخلاف الشہادۃ بانہم وقفوا بعد یومہ فان التدارك غیر ممکن اصلا فلذا لم تقبل [112] (ملخصًا)	اگر وقوف کے بعد گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وقوف وقت سے پہلے ہُوا ہے تو گواہی مقبول ہوگی بخلاف اس صورت کے جب یہ گواہی ہو کہ وقوف یوم عرفہ کے بعد ہوا کیونکہ اس صورت میں تدارک ممکن نہیں اس لیے گواہی مقبول نہ ہوگی (ت)

[110] القرآن ۲۲/۷۸

[111] درمختار باب الہدی مجتبائی دہلی ۱/۱۸۳

[112] ردالمحتار باب الہدی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۲-۲۵۱

ان تصریحات کے بعد اُس سے اعتبار اختلاف مطالع کی طرف خیال جانا محض شانِ بشریت ہے۔

کذٰلك یریکم اللہ اٰیتہ فی الافاق وفی انفسکم لعلکم تذکرون۔	اسی طرح اللہ تعالٰی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے آفاق میں اور خود تمہارے اندر تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (ت)

بست و نہم چالیس [۴۰] روپے کو نصاب قرار دینے میں بھی شاید مولوی صاحب نے مولوی عبد الحہ صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے، مگر وہ صحیح نہیں، صحیح چھپن [۵۶] روپے ہے جیسا کہ جواہر اخلاطی سے ثابت ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اُسے مفصل ذکر کیا۔

سیم تاریخ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۹ کو شب قدر بالاختلاف اور ۲۷ رمضان کو شب قدر بالاتفاق فرمانے میں شاید اتفاق سے مراد قولِ جمہور ہو اگر چہ بالاختلاف سے اس کا مقابلہ سخت موہم خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اُن تاریخوں میں شب قدر ماننے والوں کے نزدیک ایک رمضان میں دو دو شب قدر ہوں، ایک ان کے قول خاص کے مطابق اور دوسری ۲۷ کو قولِ متفق علیہ کے موافق۔ یونہی اس اشتہار میں اغلاط بکثرت ہیں مگر بعد ایام مبارک، اگر انصاف و ہدایت مطلوب ہو تیس [۳۰] رد کیا کم ہیں، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔